پتیاں لکھاں شام نوں

ڈاکٹر عشنا کوثر سردار

عشنا کوثر سردار

کھڑکی سے لگی
وہ پاگل تکتی رہتی ہے
اس کے دل پر گرتی ہیں
وہ آنکھیں بند کر کے
اپنے اندر کی موسلادھار بارش میں بھیگتی رہتی ہے!

کتنی ہی دیر گزری وہ' بہت خاموشی کے ساتھ علما بخاری کو وہ نکھار رہا تھا۔ اس کی مخروطی انگلیاں بہت تیزی کے ساتھ کی بورڈ پر متحرک تھیں۔ اس کی گہری سرمئی آنکھیں مونیٹر کی اسکرین پر تھیں۔ کتنی آس تھی ان آنکھوں میں اور اس سے بھی کہیں بڑھ کے ایک شدید ترین پیاس ایک تھل سا پھیلا ہوا تھا یہاں سے وہاں تک بنجر اور ویراں تھل... پیاس سے بھرا ہوا صحرا۔

وہ جدید ترین دور کی لیلیٰ تھی کوئی' جبھی تو بھٹکتی پھر رہی تھی میلوں تک پھیلے ہوئے ان صحراؤں میں۔

بلو جینز پر ڈھیلی ڈھالی سی بلیک شرٹ' شولڈر کٹ بالوں کو بہت رف سے انداز میں کلپ میں مقید کیے نکھرا ستھرا بے داغ چہرہ میک اپ سے بالکل بے نیاز آنکھوں میں ایک آس ایک امید کی روشنی لیے وہ اس گھڑی اس سے قطعی طور پر بے نیاز تھی۔

اس کی موجودگی سے بے پروا اسے سرے سے جیسے احساس ہی نہ تھا کہ اس کے علاوہ کمرے میں کوئی موجود بھی ہے اس درجہ بے خبر تھی وہ کسی سے یا پھر خود میں اس قدر مگن تھی' کوئی کس قدر خوش نصیب تھا کہ میلوں کے فاصلے پر بیٹھے ہونے کے باوجود کس درجہ مضبوطی سے اسے باندھے ہوئے تھا اپنے ساتھ اس کے خیالوں کو اس کی سوچوں کو اس کے روز و شب کو اس کے احساسات و جذبات کو اور دل کو کس درجہ اختیار تھا اسے کسی کی سوچوں پر' کسی کے دل پر' دماغ پر' جذبات پر' وہ ناپید وجود غیر موجود انسان۔

وہ یہاں نا ہو کر بھی جیسے یہیں پر تھا۔ اپنے تمام احساس سمیت' وہ اگر کبھی جو سوچتا تھا تو اسے بے حد رشک آتا تھا اس شخص پر' عامر رضا ایک عام سا معمولی سا شخص ہوتے ہوئے بھی کس درجہ خاص تھا اس لڑکی کے لیے محور تھا اس کی ذات کا اس کی زندگی کا انتساب دل کے لیے اولین احساس' دھڑکنوں کا پہلا ارتعاش' جانے نہیں اس شخص کو اپنی خوش نصیبی کا احساس تھا بھی کہ نہیں' اتنا مسحور کن تصور ہے نا کوئی آپ کے لیے پاگل ہے' اپنی تمام تر خرد مندی کے باوجود دیوانہ ہے اپنے شعور کے باوجود۔

ساری دیوانگی غالب ہے اس ہوشمندی پر' وہ فاتح ہے ہر میدان کا سارے جہاں کا مگر ایک فقط ایک اس مقام پر وہ بے بس ہے ہارا ہوا ہے۔

پتہ نہیں عامر رضا کو یہ احساس سرشار کرتا تھا یا کہ نہیں مگر سبکتگین غزنوی کو یہ احساس کچھ زیادہ مطمئن نہیں کرتا' بات یہ نہ تھی کہ وہ خود "دکھ" میں تھا۔ یا مقابل ٹھہرنا چاہتا تھا اس مقام پر خود آنا چاہتا تھا۔ ایسی کوئی بات نہ تھی۔ وہ ایسے کسی مقابلے میں سرے سے شامل ہی نہ تھا۔ نا ہی اس کا کوئی ایسا ارادہ فی الحال تھا۔ مگر اسے علما بخاری سے کسی قدر ہمدردی ضرور تھی اس تمام "قدرامات" کے جواب میں اس لڑکی کے ہاتھ آیا تھا۔ ان تمام "نوازشوں" کے جواب میں وہ تو خالی ہاتھ کھڑی تھی' بہت سے وعدے اس کے آنچل سے

بندھے تھے۔ بہت سے جگنو اس کی مٹھی میں تھے۔
کوئی اسے "محصور" کر گیا تھا۔ فقط دو بول کہہ کر اپنا پابند کر گیا تھا اور وہ بہت سی خوش گمانیوں میں گھری اس راہ پر چلتی چلی جا رہی تھی جہاں وہ کسی کے ساتھ گامزن ہوئی تھی۔ حالانکہ کب سے کوئی باضابطہ ہمقدم نہ تھا۔ ساتھ نہ تھا۔

کتنے عرصے سے ان تعلقات پر سوسری کی گرد لپٹنے لگی تھی۔ مگر علا بخاری کو جیسے پروا ہی نہ تھی۔ وہ آج بھی انہی راستوں پر تھی، اسی ایک شخص کی انگلی تھامے اس کے خیالوں سے بولتی۔ باتیں کرتی، وہ بہت سرشار تھی۔ جانے کتنے عرصے سے اس کی یہی روٹین تھی، وہ تو کچھ دنوں سے ہی اسے بے حد حیران ہو کر دیکھ رہا تھا۔ کتنے بہت سے خط لکھنا، بہت سے احوال کہنا، کبھی میل کرنا، کبھی ای میل بھیجنا۔

اور!

کبھی کبھی تو وہ بے ساختہ ہی ہنسنے لگتا تھا اسے دیکھ کر۔

"علا یار! ایک کام کرو۔"

"کیا۔؟" وہ بہت حیرت سے چونکتی ہوئی اس پر نگاہ کرتی تھی۔

"ایک عدد کبوتر خرید لو۔" اور وہ اس پر پل پڑتی تھی۔ مگر وہ ہنستا چلا جاتا تھا۔

"سنو! اگرچہ ان موصوف کی رنگت سے یہ حضرت مماثلت نہیں رکھتے۔ مگر۔ سنو اگر تمہیں کبوتر پر اعتراض ہے تو طوطے صاحب بھی کچھ برے نہیں تمہارے بہت سے پیسے بچ جایا کریں گے۔"

وہ اس کے غصے کی پروا کیے بغیر مسکراتا ہوا کہتا تھا اور وہ پہلے تو سنجیدگی سے کچھ دیر یونہی اسے کھڑی گھورتی رہتی تھی پھر یکدم ہی کھلکھلا کر ہنسنے لگتی تھی۔

"تم اتنے نادر و نایاب مشورے علا کے لیے تمہیں میں ہی کیوں ملتی ہوں اور یہ اتنے عظیم قسم کے خیالات آتے کہاں سے ہیں تمہارے ذہن میں۔"

اور سبکتگین اس لمحے اسے بغور تکتے ہوئے ہولے سے مسکرا دیتا۔

"تمہارے ساتھ رہتے ہوئے عقل استعمال کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ایک عرصے سے اسے میں نے اٹھا کر ایک کونے میں دھر دیا ہے۔"

"سبکتگین۔!" وہ اسے گھورنے لگتی۔ مگر وہ پرسکون انداز میں مسکراتا رہتا۔

"مان لو، صحیح کہہ رہا ہوں۔"

"تم سدھرو گے نہیں۔" وہ دھمکی آمیز انداز اختیار کرتی۔ وہ مسکراتے ہوئے جھٹ مصالحتی انداز اختیار کرتا۔

"تو کے اب نہیں بولوں گا۔ مگر سنو یہ اتنے ڈھیر سے خط جو تم ان محترم عامر رضا کی جانب بھیجتی رہی ہو۔ تو کیا تھکتی نہیں ہو؟ کیا ملتا ہے تمہیں یہ سب کر کے؟" اس نے جواز دریافت کیا۔ وہ کچھ دیر یونہی اسے دیکھتی رہی۔ پھر مسکرا دی۔

خط جیسے
فاصلوں کی مٹھی۔
جس میں لفظوں کے ٹانکے
پیار کی چڑیاں باندھے
تیرے نام کا خط بانٹے ہیں

"مگر تم۔ تم کبھی بھی نہیں سمجھو گے، کبھی نہیں کچھ بھی نہیں۔" وہ تاسف سے سر نفی میں ہلاتی ہوئی اسے دیکھتی۔

"محبت دو اور دو چار کے اصولوں پر کار پابند نہیں ہوتی۔ ان اصطلاحات پر سفر نہیں کرتی اس کے تمام قاعدے قوانین بہت انوکھے ہیں۔ بے حد مختلف اس میں سود و زیاں کا کوئی احساس جال نہیں جلاتا کوئی الجھن تنگ نہیں کرتی۔"

وہ جیسے سبکتگین غزنوی کی عقل پر ماتم کرتی ہوئی بولتی ہوئی اپنی راہ لیتی تھی اور تب وہ کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں رہتا تھا۔ بس خاموشی کے ساتھ ان سنسان راستوں کو تکتا رہتا تھا جو وہ اس کے سامنے اپنے بعد چھوڑ جاتی تھی۔

"کتنی عجیب ہے یہ اور شاید ساری لڑکیاں ہی اتنی بے وقوف اور عجیب و غریب ہوتی ہیں۔" اس نے جیسے تھک کر سوچا تھا اور اس گھڑی بھی وہ کتنی دیر سے کمپیوٹر کے سامنے مگن سا بیٹھا دیکھ رہا تھا اور جانے کب تک یہ سلسلہ رہتا کہ تبھی وہ یکدم پلٹی تھی اور اسے دیکھ کر چونک پڑی تھی۔

"سبکتگین تم۔ کب آئے تم۔؟" وہ ہولے سے مسکرا دیا تھا۔

"کافی دیر سے یونہی کھڑا تھا تم مصروف تھیں اور میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہیں ڈسٹرب کروں۔" وہ مسکرایا تھا، وہ بہت تاسف سے سر نفی میں ہلاتے ہوئے جیسے اس کی عقل پر ماتم کرنے لگی تھی۔

"سبکتگین تمہاری کوئی کل واقعی ڈھیلی ہے۔"

اور سبکتگین غزنوی بنا کسی غرض کے مسکرا دیا تھا۔ اسے بغور دیکھنے کا سلسلہ ٹوٹا نہیں تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔ کیا میں بہت عجیب و غریب لگ رہی ہوں تمہیں۔"

اور وہ مسکرا دیا تھا، یہی تو وہ سوچ رہا تھا تھوڑی دیر قبل۔

"تم ہی نہیں علا بخاری، تم جیسی ساری لڑکیاں ہی عجیب و غریب ہوتی ہیں۔" وہ شرارتی انداز میں گویا تھا۔

"سر پھری ہو لوگوں سی۔!"

اور وہ یکدم ہی ہنس دی تھی۔

"سمندر ہونے کے دعویدار ہو تم۔ عجب خوش فہمی ہے۔ باہر نکل آؤ ان فہمیوں سے سبکتگین اتنی خوش فہمیاں صحت کے لیے اچھی نہیں ہوتیں۔"

"نہیں میں ایسی کسی بیماری کا اسیر نہیں۔" وہ سر نفی میں ہلانے لگا تھا۔ "نا ہی سمندر ہونے کا کوئی دعوا ہے۔"

"پھر ایسے کمنٹس کیوں دے رہے ہو۔ ایسے خطاب خوش آئند تو نہیں۔!"

"سچ کہنا غلط تو نہیں۔" سبکتگین غزنوی کا انداز

پُراعتماد تھا۔ وہ بہت مدھم انداز میں مسکراتی ہوئی آگے بڑھی تھی اور چلتی ہوئی اس کے مقابل آن رکی اور اسے بغور دیکھنے لگی۔ سبکتگین غزنوی کچھ نہ سمجھتے ہوئے اسے دیکھتا رہا تھا تبھی وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے بولی تھی۔

"اے سبکتگین بہت سے دیکھے ہیں میں نے تم سے ... تم ...!" مگر وہ اس کا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی کھلکھلا کر ہنسنے لگا تھا اور ہنستا چلا گیا تھا وہ کھڑی اسے تکتی رہی تھی۔

سبکتگین غزنوی نے اس کے شانے پر بہت ہولے سے ہاتھ دھرا تھا۔ پھر اسی انداز سے مسکراتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

"پاگل ہو تم ... بالکل پاگل ...!" نظریں اس کے معصوم چہرے پر تھیں جہاں اس لمحے بہت خفگی سی تھی اور وہ اسے ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا تبھی بہت ہولے سے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"چلو کہیں چلیں۔" بھرپور دوستانہ انداز میں کہا، وہ کچھ دیر تک اسی انداز سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر یکدم سر نفی میں ہلا دیا۔

"نہیں موڈ نہیں ہے۔"

"آئس کریم کے لیے بھی نہیں۔" مسکراتے ہوئے لالچ دیا۔ وہ بچوں کی طرح پچکارے جانے والے انداز پر یکدم ہی مسکرا دی۔

"سبکتگین تمہیں میں کیا سمجھوں ... اپنا دوست یا دشمن؟"

"تمہیں کیا لگتا ہے ...؟" وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا دریافت کرنے لگا تھا اور وہ ٹھٹک کر جیسے چہرے کا رخ پھیر گئی۔ پھر بہت مدھم لہجے میں بولی۔

"میں نہیں جانتی۔ مگر میں کسی طور بھی اپنے دل کو رد نہیں کر سکتی، تم کچھ بھی کہو، پاگل، یا پھر جو بھی۔"

مگر میں جانتی ہوں محبت کچھ نہیں دیکھتی، میں تو ایمانداری سے عہد نبھا رہی ہوں۔ اس شخص کا ساتھ نبھا رہی ہوں۔ اس میں غلط کہاں ہے کچھ ...!"

اس کا انداز بہت کچھ باور کرا رہا تھا۔ اور سبکتگین غزنوی اسے دیکھتا چلا گیا تھا۔ پھر بہت ہولے سے دریافت کیا تھا۔

"کیا محبت کا صلہ محبت نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ اسے دیکھتی ہوئی یکدم ہی مسکرائی تھی۔ پھر ایک گہری سانس خارج کی تھی۔ کیا ہونا چاہیے اور کیا نہیں ہونا چاہیے یہ بالکل الگ بحث ہے اور میں کوئی بھی بحث چھیڑنا نہیں چاہتی۔" اس کا انداز ہی نہیں لہجہ بھی سرسری تھا۔

"نظریں چرانا چاہتی ہو؟" وہ جانے کیوں ماننے کو تیار ہی نہ تھا۔ وہ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی پھر بہت رسانیت سے مسکرا دی۔

"سبکتگین میں نے کہا نا میں دو اور دو چار والے کسی حساب میں نہیں الجھتی۔ محبت اس سے کہیں ہٹ کر ہے۔"

"اس نے کبھی کہا کہ وہ تم سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ یا پھر اتنی ہی جتنی تم اس سے کرتی ہو۔" وہ ہٹ دھرمی سے پوچھ رہا تھا۔ علا بخاری کے لبوں سے مسکراہٹ معدوم ہو گئی تھی اور لب وہ اسے چپ چاپ دیکھ رہی تھی۔ یہ سامنے کھڑا بھوری آنکھوں والا لڑکا کیوں سب کچھ جان لینے کا خواہاں تھا۔ مسئلہ تو اس کا تھا۔ اس کے ساتھ جو بھی ہوتا رہتا۔ پھر وہ کیوں اس قدر حساس ہو رہا تھا۔ کیا یاد کرانا چاہتا تھا یہ۔ اس کی رہی سہی امید بھی توڑنا چاہتا تھا۔

وہ جو ہر گھڑی خود کو احساس دلاتی رہتی تھی، بہلاتی رہتی تھی کہ "کہیں کچھ غلط نہیں ہے۔ کہیں کچھ نہیں بدلا۔ کہیں لہجوں میں سلوٹیں نہیں آئی ہیں۔ کہیں سرد مہری نے حصار نہیں بنایا ہے۔ دوری نے کچھ نہیں بدلا۔ کچھ بھی نہیں نہ اسے نہ کسی اور کو۔

سب ویسا ہی ہے، جیسا سب تین برس قبل تھا۔

وہی عامر رضا ہے اور وہی وہ خود ہے۔

وہی اول روز والی محبت ہے

دوریوں نے کوئی لکیر درمیان نہیں کھینچی کوئی دیوار درمیاں میں نہیں اٹھائی۔ کہیں کوئی فصیل نہیں، آہیں بھی "بے وفائی" نہیں۔

بس کوئی مصروف زیادہ ہو گیا ہے۔ اسے دیار غیر میں مسائل روزگار نے جکڑا ہوا ہے اور یہ سرد مہری یہ نوازشوں، تغافل کا سلسلہ، یہ گرمجوشی کا ناپید ہونا بس وقتی مسئلے ہیں۔

سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا! جب وہ اک دن لوٹ آئے گا۔

ہر بدگمانی، ہر وہمہ، خدشہ اور ہر خوف۔" وہ مطمئن تھی۔ اور یہی احساس خود کو دلاتے رہنا چاہتی تھی۔ مسلسل ... جب تک کہ وہ لوٹ نہ آتا اور اس کا اسے یقین تھا۔ یقین کامل پھر وہ کیسے ہمت ہار دیتی! تبھی تو اس گھڑی بہت پرسکون انداز میں مسکرا دی تھی۔

"سنو سبکتگین ونسٹن چرچل جیسا شخص جب جنگ عظیم میں بہت سے محاذوں پر پسپا ہونے کے بعد خود کو بہت پسپا اور ہارا ہوا محسوس کر رہا تھا تو اس کی وائف نے اس سے ایک بات کہی تھی۔

" ہر بادل میں روشنی کی کوئی نہ کوئی کرن موجود ہوتی ہے۔ یعنی اس گہرے بادل میں پائی جانے والی کرن غیر معمولی طور پر دبیز پردوں میں پنہاں ہے۔"

میں تو ابھی آس کی ڈور تھامے ہوئے ہوں۔ خدا کا شکر ہے کوئی محاذ ابھی ہارا ہی نہیں، پھر بازی کیسے مات سمجھوں اور میں کھیل بھی تو نہیں رہی ... رسم محبت نبھا رہی ہوں۔ اس نے کہا تھا میرا انتظار کرنا میں لوٹ آؤں گا۔ اس نے یہ رنگ نشانی کے طور پر میری انگلی میں پہنائی تھی اور بہت سے وعدے ساتھ کر دیے تھے۔

اس کا کہنا تھا۔ یقین کرنا میرا، ازل سے ابد تک اور تیرا یقین قائم ہے۔

میں یہ سلسلہ کبھی متزلزل ہونے بھی نہیں دوں گی، وہ اچھے دن تلاشنے گیا ہے اور میں نے اسے اس لیے جانے دیا کہ ایسی اس کی خواہش تھی۔ میں دیوار نہیں بننا چاہتی تھی اس کی راہ میں تبھی جاتے ہوئے اسے دیکھتی رہی اور ہاتھ ہلاتی رہی۔

اس کا یقین میرے کانوں میں آج بھی گونج رہا ہے۔ میں اس کے یقین کے سحر میں ہوں، اور یہ سحر بھی ٹوٹنے نہیں دوں گی۔"

وہ ہاتھ کی تیسری انگلی میں موجود رنگ سے کھیل رہی تھی۔ عجب کھویا کھویا سا تھا اس کا انداز سبکتگین غزنوی اسے دیکھتا گیا تھا۔ بے حد بے یقینی کے ساتھ اور پھر یکدم ہی نفی میں سر ہلانے لگا تھا۔

"پاگل ہو تم ... بالکل پاگل ..."

اور وہ بہت اطمینان سے مسکرا دی تھی اور تب وہ مزید کچھ کہے بغیر اس کے سامنے سے ہٹ گیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

کالے کپڑے

بھورے بال

کانوں میں بولیاں

آنکھوں میں سوال!

"یہ شخص تمہیں آخر مل کہاں سے گیا؟" اس روز جب وہ فقط ماما کے کئی بار کہنے پر اسے اپنی انگیجمنٹ کی البمز دکھا رہی تھی۔ جب وہ بہت آرام سے تصویریں دیکھتا ہوا یکدم ہی پوچھنے لگا اور وہ جواب تک اس کے رویے پر قدرے مطمئن تھی۔ ایک بے حد

گہری سانس خارج کرتے ہوئے اسے دیکھ کر رہ گئی اور وہ اس کی کیفیت کے بالکل برعکس بولتا چلا گیا تھا۔

"فقط چھ ماہ دور ہوئے گزرے تھے تمہیں مجھ سے اور اس عرصے میں تم نے اتنا بڑا فیصلہ کرلیا؟" وہ جیسے اب تک بے یقین تھا۔ وہ حیران ہی تو رہ گئی تھی۔ مگر وہ اس کی مطلق پروا کیے بغیر بولتا چلا گیا تھا۔

"تم جیسی لڑکی نے اتنی جلدی اتنا بڑا فیصلہ کیسے کر لیا؟ وہ بھی دو چار ملاقاتوں کے بعد۔ ایسی کیا بات ہے بھلا اس کالے بیگن میں جو اگ رہا ہے تمہارے پہلو میں بیٹھا، لگتا ہے ابھی کائیں کائیں کرنے لگے گا۔" وہ بے دریغ بولا تھا اور فانی، سلیمان، جاذب اور زبیر کے قہقہوں نے کمرے کی فضا کو یکدم ہی اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

اس نے بہت شرمندہ ہوتے ہوئے سر اٹھا کر نگاہ کی تھی۔ کچھ ہی فاصلے پر بیٹھے غزنوی انکل اور آنٹی بھی مسکرا رہے تھے۔ اس پر گھڑوں پانی آن پڑا تھا۔ اب وہ خود کو دل ہی دل میں ملامت کر رہی تھی کہ کیوں اس شخص کے بار بار کے اصرار پر اپنی البمز لے کر اسے دکھانے آ پہنچی۔

اور یہ سامنے بیٹھا شخص بھی کس قدر عجیب، جانے کہاں سے آن پہنچا تھا اپنا حق لے کر، دوست تھا، بچپن ساتھ گزرا تھا، اچھی بنتی رہی تھی، خلوص کے ساتھ دوستی رہی تھی۔ مگر اب ایسی بھی کیا جارحیت۔

بھلا کیا حق بنتا تھا اسے عامر رضا کو اس طرح تذلیل کا نشانہ بنانے کا اور اس پر ڈھٹائی یہ کہ سارے حق محفوظ سمجھتا۔ ٹھیک ہے بہت پرانے مراسم تھے۔ دادا ابا کے حوالے سے غزنوی انکل کو گھر میں ایک خاص درجہ اور مقام حاصل تھا۔ دادا ابا کے بہت عزیز دوست اور دور کے کزن تھے غزنوی انکل کے والد۔ شاید تبھی غزنوی انکل کو دادا ابا بیٹوں کی طرح عزیز رکھتے تھے۔ اس کے بابا تو اکلوتے تھے، نہ بہن نہ کوئی بھائی، ہاں غزنوی انکل شاید تبھی بہت اہم ہو گئے تھے اس گھر کے لیے، ان سے وابستہ رشتوں کی نسبتیں اس کے لیے بھی اتنی ہی اہم تھیں۔ جتنی کہ ایک جوائنٹ فیملی ریلیشن میں ہوا کرتی ہیں۔

غزنوی انکل، ان کی بیگم، ان کے بھائی، وہ سب کو انہی معتبر حوالوں سے پکارتی تھی جن سے کہ دیگر جنریشن ان کے اپنے بچے۔ غزنوی انکل کی فیملی خاصی بڑی تھی اور شاید تبھی ان دونوں بہنوں کو بھی کبھی احساس نہیں ہوا تھا کسی قسم کی تنہائی کا۔ فانی، جاذب، سلمان، زبیر، افشاں اور وہ سبکتگین غزنوی سب لے بے حد اپنے لگتے تھے۔ گھروں کی دیواریں جڑی ہوئی نہیں تھیں فقط، دل بھی جڑے ہوئے تھے۔ اس نے جب سے ہوش سنبھالا تھا خود کو انہی سب کے درمیان پایا تھا۔ وہ ان رشتوں کی، ان کی محبتوں کی معترف تھی۔ مگر اس گھڑی وہ سر اٹھائے بہت ناگواری سے سبکتگین غزنوی کو دیکھ رہی تھی۔ مگر وہ ہمیشہ کی طرح بنا اس کی پروا کیے بہت اطمینان کے ساتھ مسکرائے جا رہا تھا۔

"فقط چند برس کے لیے گیا تھا میں تم سے پرے اور اس عرصے میں تم نے مجھے یوں فراموش کر دیا جیسے میں تمہاری زندگی میں ہوں ہی نہیں۔"

وہ شخص جانے واقعی افسوس کر رہا تھا۔ یا پھر محض اسے چھیڑ رہا تھا۔ وہ سمجھ نہ پائی تھی۔

"ارے بھئی تم ہی نہیں ہم بھی ایسے ہی گلے رکھتے ہیں۔" فانی نے یکدم ہی میدان میں کود کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا تھا۔

"گھر میں ایک دو نہیں، پانچ بے حد خوبرو اور لائق فائق لڑکوں کے ہوتے ہوئے ان حضرت کو فوقیت دی گئی ہے۔ ہم خود حیران ہیں اب تک جانے کیا تھا اس کالے کوے میں جو محترمہ علا بخاری کو متاثر کر گیا۔" سلمان کہاں کم تھا۔ فوراً ہی اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"اور میں۔۔۔!" جاذب نے باقاعدہ ہاتھ اٹھا کر اپنی طرف اشارہ کیا۔ "آس پاس کے سارے لوگ مجھے ٹام کروز سے مشابہہ قرار دیتے ہیں۔ مگر ایک فقط ان محترمہ کی آنکھوں پر پٹی بندھی تھی جو یہ خوبی سرے سے نظر ہی نہ آئی۔" یہ حضرت بھی اپنے نام کے ایک ہی تھے۔

"او یار پٹی اس کی آنکھوں پر نہیں اس کی عقل پر

پڑی تھی تبھی تو اسے مجھ جیسا باکمال شخص بھی دکھائی نہ دیا۔" زبیر غزنوی صاحب کیوں پیچھے رہتے۔ وہ خود ہی اظہار خیال کرنے کے بعد ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے ہنس رہے تھے اور وہ سر جھکائے بیٹھی ایک بار پھر خود کو کوس رہی تھی۔ یا پھر اس گھڑی کو، مگر اس سے بے نیاز سبکتگین صاحب فرما رہے تھے۔

"تم مانو یا نہ مانو علا یہ شخص انتہائی گھاگ ہے۔ عمر میں تم سے بڑا ہے۔ تبھی تو خوب صورت جال بچھا کر پھنسنے میں کرلیا۔ تم چھوٹی تھیں، ناسمجھ، اسے تمہیں قائل کرنا کہاں مشکل لگا ہو گا۔ اس عمر میں تو سارے خواب بڑے دلفریب لگتے ہیں اور وہ یقیناً ایک ماہر کھلاڑی تھا۔ تبھی تم جیسی معصوم لڑکی کو محبت کی آڑ لے کر پھنسایا۔ جانتا تھا نا، خاصی امیر ہو، کتنی بڑی جائیداد کی وارث اور ایک شاندار مستقبل کی مالک، ایسے میں تو کوئی بھی اور۔۔۔" وہ یکدم بات ادھوری چھوڑ کر ہنسنے لگا تھا۔

"یہ حضرت کوے میاں سے مشابہ ضرور ہیں۔ مگر عقل میں بے حد عظیم ہیں۔"

"عقل میں نہیں قسمت میں کہو ورنہ خردمندی میں تو ہم بھی ثانی نہیں رکھتے۔" فانی میاں نے ایک جب سرد آہ خارج کی تھی اور اس کی آنکھوں میں جانے کیوں بہت سا پانی آن رکا تھا۔

"سچ کہو، 'ملا' کہاں سے یہ تمہیں۔" سبکتگین غزنوی خاص طور مسکراتے ہوئے دریافت کر رہا تھا۔ بنا اس کی پروا کیے۔

"جنگل سے۔" وہ بہت تپ کر گویا ہوئی تھی۔

"آں ہاں ایسی ساری چیزیں وہیں پائی جاتی ہیں۔" وہ یکدم پرخیال انداز میں سر ہلانے لگا تھا۔

"یار اب یہ مت پوچھ لینا کہ علا بخاری تم جنگل میں لینے کیا گئی تھیں۔" فانی ہنسنے لگا تھا۔

"ظاہر ہے ان حضرت کو کھوجنے اور دریافت کرنے۔" سلمان نے بھی بولنا ضروری خیال کیا تھا۔

"حالانکہ ایسی چیزوں کو کھوجنے اور دریافت کرنے کی ضرورت ہوتی نہیں۔۔۔ ہا ہا ہا!" جاذب صاحب اپنی پوری قوت سے حلق پھاڑ کر قہقہہ لگا رہے تھے۔

اس نے تمام آنسوؤں کو آنکھوں میں ٹھہرے تمام پانی کو کہیں اندر ہی اندر ضم کرنے کی کوشش کی۔ مگر۔

"ارے کیوں تنگ کر رہے ہو بہن کو، شرم کرو کچھ دن کی مہمان ہے یہ۔" شمینہ آنٹی نے اس تمام صورت حال کو کنٹرول کرنے کی غرض سے انہیں ڈپٹا تھا۔ مگر وہ کہاں باز آنے والے تھے۔

"امی بچی ہے، تبھی تو حقیقت حال سے آگاہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" فانی نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"بچے کے دوست ہیں، تبھی تو اسے گڑھے میں گرتے ہوئے دیکھ نہیں سکتے۔" جاذب نے بھی اپنا حصہ ڈالا، کتنے اپنے لہجے تھے۔ محبت سے چور، مگر وہ سر جھکائے ضبط کرنے میں لگی رہی۔ سبکتگین اسے دیکھتا رہا، پھر زیر لب مسکراتے ہوئے دھیمے سے کہا۔

"محبت کرتے ہیں، تبھی تو۔۔۔!" انداز مدھم تھا۔ آواز سرگوشی کی مانند تھی۔

علا بخاری نے نگاہ اٹھا کر خطرناک تیوروں سے اسے دیکھا تھا۔ کوئی اگر فقط آنکھوں سے قتل کر سکتا تو آج اس نے سبکتگین غزنوی کو قتل کر دیا ہوتا۔ وہ اس کے غصے سے اور خفگی سے قطع نظر بہت دلفریبی سے مسکراتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ بھوری آنکھوں میں اس گھڑی بہت سی شرارت رکی ہوئی تھی اور۔۔۔

وہ یکدم ہی اس کے ہاتھ سے البمز جھپٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ تبھی افشاں چائے کے ساتھ دیگر لوازمات لے کر اندر داخل ہوئی تھی۔ اسے جاتا دیکھ کر فوراً ہی بولی۔

"علا کہاں جا رہی ہو۔ میں تمہارے لیے بطور خاص کباب تل کر لائی ہوں۔" مگر وہ کچھ بھی بولے بغیر سنی ان سنی کرتی ہوئی دہلیز پار کر گئی تھی۔

"کیا ہوا اسے۔۔۔؟ یقیناً آپ سب نے۔۔۔" اس نے بھائیوں کی جانب دیکھا جو اس گھڑی مسکرا رہے تھے۔

"بہت برے ہو تم سب اتنے بڑے ہو گئے مگر عقل

"نہ آئی۔ بچی کو ناراض کر دیا نا۔" اس نے بھی ڈپٹا تھا۔ مگر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ جوں کی توں قائم رہی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ الماس کے پیڑ کے پاس بہت سے خشک سوکھے پتوں پر کھڑی اس گھڑی بہت مگن سی کینوس پر رنگ بکھیر رہی تھی۔ جب وہ اس کے سامنے جا رکا وہ قطعی بھی متوجہ نہ ہوئی۔ یا پھر جان بوجھ کر نظرانداز کرنا مقصود تھا۔

وہ یونہی کھڑا بغور تکتا رہا تھا۔ پھر بہت مدھم انداز میں اسے پکارا تھا۔

"علا...!" اس پرسکون ماحول میں جیسے ایک بازگشت بکھرتی چلی گئی۔ مگر وہ تب بھی متوجہ نہیں ہوئی تھی۔ یونہی دھیان کینوس پر مرکوز رکھا تھا۔ وہ اس کی بے نیازی کو دیکھتے ہوئے جھنجلایا نہیں تھا۔ بلکہ بہت پرسکون انداز میں مسکرا دیا تھا۔

کسی کا یوں تو ہوا کون عمر بھر' پھر بھی
حسن و عشق تو دھوکا ہے سب' مگر پھر بھی
کہوں یہ کیسے ادھر دیکھ یا نہ دیکھ ادھر
کہ درد درد ہے پھر بھی نظر نظر پھر بھی
خراب ہو کے بھی سوچا کیے ترے مہجور
یہی کہ تیری نظر ہے تری نظر پھر بھی!

کتنا دلفریب لہجہ تھا کس قدر مسحور کن انداز۔ مگر علا بخاری جیسے بت میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی وہ متواتر مسکراتا رہا تھا۔

"بنا کیا رہی ہو...؟" ایسے دوستانہ انداز میں دریافت کیا جیسے کوئی خفگی تھی ہی نہیں۔ علا نے ایک سلگتی نگاہ اس شخص پر ڈالی اور دوسرے ہی پل انداز پھر سے اجنبی تھا۔ وہ بھرپور انداز میں مسکرا دیا تھا۔

یوں تو بچی بچی سی اٹھی وہ نگاہ ناز
دنیا کے دل میں ہو ہی گئی کوئی واردات!

منانے کے لیے لفظ خاص تھے۔ انداز خاص تھا۔ مگر وہ جارحانہ انداز میں گھورنے لگی تھی۔

"جلتے ہو تم' سبکتگین غزنوی ایک حاسد شخص ہو تم۔" کتنا بڑا الزام تھا۔ مگر مقابل کھڑا شخص یکدم ہی کھلکھلا کر ہنسنے لگا تھا۔ مگر وہ اسی انداز سے دیکھتی رہی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہوں میں بے حد جیلسی فیل کر رہے ہو تم اور...!"

"قبول ہوں۔" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے یکدم ہی سر نفی میں ہلانے لگا تھا۔

"اس شخص میں ایسی کوئی خاصیت نہیں کہ میں ایسا کچھ محسوس بھی کر سکوں۔ یقین کرنا چاہو تو بغور دیکھ سکتی ہو۔" زیرلب مسکراتے ہوئے خود کو "مشاہداتی کٹہرے" میں کھڑا کیا۔ مگر علا بخاری گھورنے کا سلسلہ یک دم ہی موقوف کرتی ہوئی دھیان پھر سے کینوس پر مرکوز کر گئی تھی۔

"شوق تماشا نہیں یا دید نظارہ نہیں یا پھر ان تمام باتوں کے لیے حوصلہ ہی نہیں؟" وہ کس درجہ کمال سے اس کی جاں مشکل میں ڈال گیا تھا۔ علا نے تپ کر دیکھا۔ وہ بدستور مسکرا رہا تھا۔

"اچھا بتاؤ تمہیں اس میں کیا شے نظر آئی تھی...؟" صلح کا پرچم لہرانے آیا تھا۔ مگر مقابل میں جانے اس لمحے ایسی کیا بات تھی کہ وہ مزید چھیڑنے لگا۔ وہ چپ چاپ تکتی چلی گئی۔ پھر تاسف سے سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"جلتے ہو تم حاسد ہو پورے۔" اس کا لہجہ بے حد مدھم تھا اور وہ ایک بار پھر ہنسنے لگا تھا۔

خلقت شہر میں جس یار کے چرچے ہیں بہت
میں وہ بازی بھی کھیلا بھی نہیں تھا شاید

وہ مکمل طور پر جھٹلا رہا تھا اسے وہ گھورتی جا رہی تھی۔

"سنو ویسے بندہ کچھ اتنا برا بھی نہیں کسی نے مجنوں میاں سے کہا تھا حضرت تمہاری لیلیٰ کالی ہے۔ اس نے کہا تیری آنکھ ہی نہیں دیکھنے والی۔" وہ ایک بار پھر ہنس رہا تھا۔ علا کا دل چاہا تھا اس شخص کو تہس نہس کر دے۔

"سبکتگین مجھے تم سے یہ امید نہ تھی۔" وہ بہت تاسف سے کہتے ہوئے نگاہ پھیر گئی تھی۔

"امید تو مجھے تم سے بھی یہ نہ تھی۔ بے وقوفوں کی طرح تین سال سے یہ طوق گلے میں ڈالے پھر رہی ہو چلو تین سال قبل تم ناسمجھ تھیں مگر اب تو عقل کا استعمال کر سکتی ہو۔" وہ بدستور مسکرا رہا تھا۔

"سبکتگین تم باز نہیں آئے تو...!" وہ ضبط کو مکمل طور پر سمیٹتے ہوئے بولی تھی۔

"خیر خواہ ہوں تمہارا۔" وہ اب کے سنجیدگی کی جانب مائل ہوا تھا۔

"سچ اگر میں یہاں ہوتا تو ایسا کوئی اقدام سرزد ہونے ہی نہ دیتا۔ حیرت مجھے انکل اور آنٹی پر بھی ہے اور دادا ابا پر بھی تم بچی تھیں مگر وہ تو نہیں' تم نے اگر اس وقت مجھے اس شخص کی تصویر بھیج دی ہوتی تو بائے گاڈ میں تمہیں اس کھائی میں قطعی نہ گرنے دیتا بے شک مجھے اس کے لیے خود کی قربانی دینا پڑتی۔"

اس نے دیکھا تھا۔ ان بھوری آنکھوں میں بے حد شرارت تھی۔ جب سے وہ کینیڈا سے لوٹا تھا وقفے وقفے سے اسے یونہی زچ کرنے میں مشغول تھا۔ کبھی اسے شکا "برا بھلا کہہ کر بھی بے وفا' ثابت کر کے اور کبھی کچھ بھی کہہ کر۔ وہ شروع میں یہی سمجھی تھی کہ وہ باز آجائے گا۔ مگر وہ تو گلے کو آگیا تھا۔

"تم کچھ بھی کہہ لو' کچھ بھی' میں شادی اسی شخص سے کروں گی۔ طے ہے یہ بات۔" وہ مکمل وثوق سے بولی تھی۔

"اچھا' مگر پہلے ان محترم سے رابطہ کر کے یہ بات کنفرم تو کرو۔" وہ بہت اعتماد سے مسکراتے ہوئے بولا تھا۔ اور علا بخاری ایک بار پھر جل کر رہ گئی۔

"مجھے پسند ہے وہ' زندگی مجھے گزارنی ہے۔ تکلیف کیا ہے تمہیں...؟"

"اگر یہ اعتراف ہے تو بہت سنگین ہے۔" وہ جیسے تاسف سے سر نفی میں ہلانے لگا تھا۔

"کیوں آگئے تم یہاں مجھے تنگ کرنے کے لیے...؟" وہ تھک کر اسی قدر کہہ سکی تھی۔

"منگنی تو کروالی تھی اور اب کیا رخصتی بھی ہونے دیتا۔ مجھے تو آنا ہی تھا شکر کرو بروقت پہنچا ہوں۔" وہ غیر سنجیدہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"سبکتگین کہیں سے نہیں لگ رہا تم میرے دوست ہو' نفرت ہے مجھے تم سے' آئی ہیٹ یو۔"

"اچھا...!" وہ بہت دلچسپ انداز میں ہنسا تھا۔ پھر کچھ دیر تک اسی انداز سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ جب گویا ہوا تو لہجہ بہت مدھم تھا۔

"محبت تو ساری تم نے اس کوے کے نام لکھ دی ہے۔" وہ پھٹ پڑی۔

"یہ تمہارا درد سر نہیں ہے لہٰذا اس سے لاتعلق رہو۔"

بہت ریلیکس انداز تھا اس کا مگر وہ بہت اطمینان سے کھڑا اسے دیکھتا رہا تھا۔ علا کچھ دیر تک یونہی سر جھکائے کھڑی رہی تھی پھر اپنی غلطی کا احساس ہوا تو سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ ساتھ ہی مدھم لہجے میں بولی تھی۔

"آئی ایم سوری...!"

وہ بنا کچھ کہے بہت دھیمے انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"کاش تم اس فیصلے پر بھی نظر ثانی کر سکو۔" کوئی حسرت تھی یا خواہش۔ وہ قطعی سمجھ نہ پائی تھی۔ مگر مزید کچھ نہیں بولی تھی۔ اس پر سے نگاہ ہٹا کر ادھوری پینٹنگ مکمل کرنے لگی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ اس وقت آنرز کے پہلے سال میں تھی جب عامر رضا اسے ملا تھا۔ وہ ماسٹرز کے فائنل ایئر میں تھا۔ دونوں کے ڈیپارٹمنٹس بھی بالکل مختلف تھے اور عمروں میں کسی قدر تفاوت بھی۔ مگر اس کے باوجود ان دونوں میں ربط بن گیا تھا۔

بات یہ نہیں تھی کہ وہ اس وقت ناپختہ سوچ یا ذہن کی مالک تھی۔ یا پھر وہ کوئی وقتی جذباتی انداز تھا۔ اس نے بہت سوچ سمجھ کر عامر رضا کے پرپوزل کو قبول کیا تھا۔ ان دونوں میں ذہنی ہم آہنگی تھی اور وہ کم عمر ہونے کے باوجود زندگی گزارنے کے لیے اسے بے حد

ضروری خیال کرتی تھی۔

حسن ہی سب کچھ نہیں ہوتا' وجاہت ہی سب کچھ نہیں ہوتی' چہرے خوب صورت ہوں اور درمیان میں کوئی انڈر اسٹینڈنگ ہی نہ ہو اور دونوں فریق بجائے ایک سمت چلنے کے مخالف سمت سفر کریں تو اس تعلق کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ یہ نہ تھا کہ اسے کم عمری میں کوئی دھواں دھار قسم کا عشق ہو گیا بلکہ اس وقت تو اس نے ایسا کچھ سوچا بھی نہیں تھا۔ ابتدا میں وہ فقط اچھے دوستوں کی طرح ملے تھے۔ وہ پہروں کئی اہم موضوعات پر بیٹھ کر دھواں دھار بحث کیا کرتے تھے۔ کبھی نطشے پر' کبھی کیٹس کی شاعری پر' کبھی موجودہ سیاسیات اور بھیڑ چال پر' کبھی دوسرے کسی سوشل ایشو پر' کبھی ہیومن سائیکالوجی پر اور کبھی تیسری دنیا کو درپیش بنیادی مسائل پر بحث چھڑ جاتی۔ کبھی سنٹرل ایشیا کے فار ایسٹ ڈومیسٹک پرابلمز' ——— کو لے کر وہ گھنٹوں بولتے رہتے۔ اور تب کہیں پر بھی "دل" زیر بحث نہ آتا۔

کہیں پر بھی محبت کی فلاسفی پر بات چیت نہ ہوتی' نہ کبھی کوئی حسن کی قصیدہ خوانی ہوتی اور نہ کسی کی پلکیں بوجھل ہو کر جھکنے پر مجبور ہوتیں۔

نہ کوئی جادو سا لہجہ فضا میں ابھرتا نہ کسی پر کوئی فسوں طاری ہوتا۔

"نہ کوئی طالب ہوتا' نہ کوئی مطلوب کو اپنی بے قراریوں کے قصے سناتا۔

نہ کسی طرف اضطرابی چھلکتی نہ ہی دوسری جانب سے بے نیازی کے مظاہرے ہوتے ان میں تو کوئی بات بھی محبت والی نہیں تھی۔

اور علما بخاری جیسی خبطی لڑکی کو دیکھ کر کہہ بھی کون سکتا تھا کہ وہ کسی ایسے خواب کی اسیر بھی ہو سکتی ہے۔ پھر جانے کب محبت کا اسم چلا تھا اور وہ دونوں مقید ہو گئے تھے۔

بس ایک روز یونہی وہ معمول کے انداز میں بیٹھے انتہائی خشک ٹاپک پر بحث کر رہے تھے جب یکدم ہی عامر رضا نے کہا تھا۔

"علما بخاری کیا تم مجھ سے شادی کرو گی۔؟" اور اس ایک سوال کی بازگشت کتنی ہی دیر فضاؤں میں گونجتی رہی تھی' اور وہ اس لمحے کس قدر حیرانگی سے اس کی سمت تکتی چلی گئی۔ پھر بہت آہستگی سے بولی تھی۔

"میں اختیار رکھتی ہوں' مگر اس قدر بھی نہیں تمہیں بہرحال میرے پیرنٹس سے ملنا ہوگا اور پھر وہ جو بھی فیصلہ کریں گے مجھے وہ قبول ہوگا۔" اور پھر اس نے ماما سے اس پروپوزل کے متعلق بات کی تھی جو گھڑی بھر کو وہ بھی حیران رہ گئی تھیں۔

"علما بچے ابھی تو تم بہت چھوٹی ہو۔ ایسی بھی کیا جلدی ہے۔" اور تب وہ کچھ نہیں بولی تبھی وہ سہولت سے گویا ہوئیں۔

"یہ فیصلے یوں نہیں ہوتے تمہیں تو ابھی اپنی شاپنگ تک کرنے کا سنس نہیں پھر لائف پارٹنر' آئی تھنک یو سلی کڈنگ...!"

بالکل بچوں کی مانند ٹریٹ کرتے ہوئے انہوں نے اس کے گال کو تھپتھپایا تھا۔ اور وہ یکدم ہی نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔ مگر ماما نے اس کے بولنے سے قبل ہی کہا تھا۔

"تم ابھی بہت چھوٹی ہو ان چکروں کے لیے' ایسی عمر کی جذباتی وابستگی محبت نہیں ہو سکتی تمہیں فیصلے کا اختیار ہے' اپنے متعلق کچھ بھی اسٹینڈ لینے کا حق ہے۔ ہم نے کوئی پابندی تاحال تم پر عائد نہیں کی... مگر ایک خاص وقت تک کے لیے سب انحصار کھوئی الحال نہیں۔"

"وہ شخص اسٹیٹس میں ہم سے کم ہے آپ اس لیے ایسا کہہ رہی ہیں۔" وہ بہت ہمت سے بولی تھی اور ماما اس گھڑی اسے دیکھتے ہوئے بہت اطمینان سے مسکرا دیں۔

"میرے بچے میوچل انڈر اسٹینڈنگ میں اسٹیٹس کاؤنٹ نہیں ہوتا۔"

"میوچل انڈر اسٹینڈنگ کے لیے تو عمر بھی کاؤنٹ نہیں ہوتی۔" وہ بہت برجستگی سے بولی تھی اور تب ماما اسے دیکھتی چلی گئیں۔

"ماما پلیز' یہ کوئی ایموشنل ڈیل نہیں ہے۔ آپ عامر رضا سے مل تو لیں۔"

"اوکے...!" قدرے توقف سے ماما نے بالآخر گہری سانس خارج کی تھی۔ "بات کروں گی میں سارے دادا ابا اور پاپا سے دیکھتے ہیں وہ کیا کہتے ہیں۔ مگر ہو کسی طرح کی ایکسپکٹیشن لگا کر مت بیٹھ جانا' یہ جذباتی وابستگی نہیں ہے تو یقیناً" تمہیں کسی ت فیصلے پر افسوس نہیں ہونا چاہیے' رائٹ۔"

ماما نے اسے باور کرایا تھا۔ اور تب اس نے ہولے سے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔ ماما کے نے کے بعد وہ کتنی ہی دیر بیٹھی سوچتی رہی تھی۔ س طرح ماما اسے بچوں کی طرح ٹریٹ کر رہی تھیں اس فیصلے کو جذباتی وابستگی ایک وقتی احساس قرار رہی تھیں۔

اسکولنگ سے لے کر اب تک کتنے لوگوں سے طہ رہا تھا اس کا اور اس سے بھی کہیں بڑھ کر اس ارد گرد کے لوگ کتنے پر وجاہت مردوں کا حلقہ اس گردتا ہوا تھا۔

فاران غزنوی۔ سبکتگین غزنوی' زبیر غزنوی' سلیمان غزنوی اور وہ خود کو ٹام کروز سے مشابہہ قرار دیتا ہب غزنوی چلو فاران سے ایج ڈیفرنس زیادہ تھا مگر زبیر تو اس کے لیے ہر لحاظ سے مناسب تھے۔

سبکتگین غزنوی کو تو ان دونوں کی لکھوی گئے کچھ ہی دن گزرے تھے۔ وہ پاگل شخص تب بھی ایسے ہی حیران تھا۔ فون پر بات ہوئی تو پہلی فرصت میں کان کھینچے۔

'بہت جلدی ہے تمہیں شادی کی...؟'

"ہاں ہے پھر۔؟" وہ ہٹ دھرمی سے بولی تھی۔

"ایسا دھواں دھار عشق ہی کرنا تھا تو تمہیں میں نظر نہ آیا۔ قریب کی نظر کمزور تھی تمہاری۔" ور ب کا باتونی تھا وہ شخص۔ وہ کتنی ہی دیر تک منہ کھولے' ریسیور کان سے لگائے کھڑی رہی تھی۔

"ڈونٹ بی اسٹوپڈ سبکتگین...!" وہ اسی قدر کہہ سکی تھی۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہوں۔ ابھی تین ماہ مجھے تم سے دور ہوئے گزرے نہیں اور تم نے اتنی افراتفری میں اتنا بڑا فیصلہ کر ڈالا۔ کم از کم میرے آنے تک کا تو انتظار کر لو۔ شاید تمہاری آنکھوں سے کوئی پٹی کھل جائے اور تم درست انتخاب کر سکو۔" وہ دوسری جانب ہنس رہا تھا۔

"ویسے اتنی جلدی تمہیں محبت ہو کیسے گئی۔"

"محبت کے لیے صدیوں کا آشنا ہونا ضروری نہیں ہوتا محبت تو کسی بھی لمحے کسی سے بھی ہو سکتی ہے۔" وہ مفکرانہ انداز میں بولی تھی۔ مگر وہ ہنسنے لگا تھا۔

"ہاں اندازہ ہو رہا ہے مجھے تھوڑا تھوڑا کوئی بھی بیغد ہیرو نظر آ سکتا ہے۔ عشق نہ پچھے ذات...!" اس کا انداز کل بھی ویسا ہی تھا۔

"کاش میں دیکھ سکتا اس لمحے تم کتنی اسٹوپڈ لگ سکتی ہو۔" وہ جملے بازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اور اس نے ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے سوچ لیا تھا کہ وہ سب کچھ بہت سکون سے برداشت کرے گی بلکہ اپنے کان بھی اس کی طرف سے مکمل بند کر لے گی' مگر فاران جلاذب' سلمان اور زبیر بھی تو ایسی ہی ہانک رہے تھے۔

کیا واقعی اس نے اتنا غلط فیصلہ کیا تھا۔ یا سب محض چھیڑ رہے تھے۔ اگر کہیں اس کی بچکانہ روش کو دخل تھا تو پھر دادا ابا اور پاپا نے کیسے اس فیصلے پر اپنی رضامندی کی مہر ثبت کی۔؟ یقیناً" وہ تو بچے نہ تھے' عقل فہم اور جہاندیدہ نگاہ رکھتے تھے۔ پھر انہوں نے کیسے عامر رضا کو اس کے لیے منتخب کر لیا۔ کچھ تو تھا اس شخص میں کہ انہوں نے اپنی جان سے عزیز بیٹی کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے کتنی دیر اس نہج پر سوچا تھا اور پھر خود کو مطمئن کر لیا تھا۔ اور سوچ لیا تھا کہ کوئی کچھ بھی کہے وہ قطعی سنجیدہ نہیں لے گی۔ بلکہ ان

کے چٹکلوں کو ہنسی مذاق میں اڑا دے گی۔ مگر اب اسے لگتا تھا کہ یہ بہت مشکل ہے عامر رضا ایمبیشنس تھا سو اس نے اسٹرگل کر کے کسی طرح آسٹریلیا جانے کی راہ نکال لی۔ وہ اس کے لیے خوشیاں خریدنے گیا تھا۔ حالانکہ اس نے منع کیا تھا کہ وہ اس کے ساتھ اس حال میں بھی خوش رہ سکتی ہے۔ مگر اس نے طے کر لیا تھا کہ اس کے اسٹینس کے مطابق ہر خوشی اس کے قدموں میں ڈھیر کر دے گا اور تب تک کوئی قدغن نہیں لگانا چاہتا تھا۔ جب تک اس کی تعلیم مکمل ہوئی تب تک وہ اسٹینڈرڈ ڈیولپ کر کے یقیناً لوٹ آتا لیکن وہ تو وہ فرسٹ ایئر آنرز میں تھی اور اب آنرز مکمل کرنے کے بعد ماسٹرز کر رہی تھی۔

سبکتگین غزنوی کیلگری سے لوٹ آیا تھا اور آ کر اس کی جاں عذاب میں ڈال دی تھی۔ مذاق بھی کتنے سنگین انداز میں کرتا تھا یہ شخص۔

"مگر تمہیں اتنی کم عمری میں محبت جیسی بے وقوفی کرنا مقصود تھی تو مجھ سا معقول بندہ اس ساری روئے زمین پر تمہیں نہ ملتا۔" وہ کل کا کہا گیا جملہ آج بھی اتنے ہی اعتماد سے مسکراتے ہوئے دہرا گیا تھا اور وہ اس کے انداز پر جی جان سے سلگ گئی۔

کبھی کبھار تو وہ واقعی پھٹ پڑتی تھی۔ حالانکہ ہزار ہا خود کو "انڈر کنٹرول" رکھنے کا قصد کرتی تھی اور بعض کتنی سنگین باتوں پر بھی بہت رسانیت کے ساتھ ہونٹ باچھوں تک پھیلائے مسکرانے کی کوشش کرتی رہتی تھی اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتی رہتی تھی کہ وہ ان تمام مذاق اور جملے بازی کو انجوائے کر رہی ہے اور اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مگر بعض اوقات یہ ہمت ٹوٹ بھی جاتی تھی اور وہ وقتی طور پر غصہ بھی ہو جاتی تھی۔ مگر پھر اندازہ ہوتے ہی فوراً اپنی غلطی مانتے ہوئے پھر سے حوصلوں کو مجتمع کرنے لگتی تھی۔ عامر رضا کے جانے کے بعد سے اب تک وہ بہت دل جمعی سے اسے میل' ای میل کرنے میں مصروف رہی تھی۔ اس کا خیال تھا اسے دیار غیر میں کسی اپنے پن کے احساس کے لیے یہ بہت سود مند ثابت ہو گا۔ سو مصروفیت ہوتی بھی تو کسی نا کسی طرح وقت نکال لیتی مختلف موقعوں پر وہ اس کے لیے ڈھیروں ڈھیر کارڈز خریدتی اپنے ہاتھوں سے لکھ کر اسے سنڈ کرتی۔

"اس میں تمہیں میرے احساس کی خوشبو محسوس ہو گی۔" وہ مسکراتی ہوئی ہر بار یہ ایک جملہ لکھنا نہیں بھولتی تھی۔

"اپنا احساس بھیج رہی ہوں تمہیں۔ تاکہ تمہیں احساس رہے کہ اس دیار غیر میں تم تنہا نہیں ہو کوئی ادھر بھی ہے۔"

کتنے شگفتہ جملے ہوتے تھے جو وہ اس کے لیے فقط اس کے لیے لکھتی تھی۔ شروع میں وہ بھی جواباً ایسی ہی گرمجوشی کا مظاہرہ کرتا روز فون پر گفتگو ہوتی دیر تک چیٹنگ ہوتی رہتی خطوط کا تبادلہ ہوتا رہتا۔ ساری ای میلز کے جواب تک مستعدی سے دیے جاتے۔ مگر پھر تین برسوں کی تھکن ان تمام باتوں پر غالب آنے لگی۔ کچھ تعطل آنے لگا۔ پہلے دنوں کا پھر ہفتوں کا اور پھر مہینوں کا۔

اس نے کسی بدگمانی کو دل میں جگہ نہیں دی تھی۔ وہ کبھی بھی زندگی کے لیے کوئی بچکانہ اپروچ نہیں رکھتی تھی سو اس گھڑی بھی وہ اس شخص کی تمام تر غفلت کو دیار غیر میں مصروفیت اور فکر معاش جیسے لبادے میں ڈال کر بہت پرسکون اور مطمئن تھی۔ ہاں اس نے اپنے طور پر یہ سلسلہ جاری رکھا تھا۔

ویسے ہی مختلف موقعوں پر ڈھیروں ڈھیر کارڈز ویسے ہی میل اور ایسی کثرت سے ای میلز۔

اب بھی کبھی کبھار ان میں فون پر بات ہو جاتی تھی۔

کمپیوٹر چیٹنگ بھی موقع ملتے ہی وہ شخص ضرور کرتا۔ وائس چیٹ کرتے ہوئے وہ کئی گھنٹے تو اب بھی گنوا ہی دیتے تھے ہاں اتنے تسلسل سے نہ سہی۔ مگر جاری تو تھا سب کچھ۔

ربط باہم تو تھا دونوں میں وہ میچول انڈر اسٹینڈنگ تو اب بھی تھی اور یہ سب کافی تھا۔ وہ کوئی بچکانہ اقدام نہیں اٹھاتی تھی۔ کبھی بلاوجہ اس سے لڑتی نہ تھی کبھی خفگی کے مظاہرے نہیں ہوتے تھے۔ کبھی یہ نہیں کہتی تھی کہ "تمہیں تو نہ سہی۔" کبھی اس نے اپنے طور پر یہ نہیں سوچا تھا کہ "تم اگر مصروف ہو تو میں بھی بہت مصروف ہوں۔"

اس نے ہر لمحہ اس شخص کو انڈر اسٹینڈ کیا تھا۔ سمجھا تھا۔ تبھی تو وہ کبھی اسے غلط نہیں لگا تھا۔ ہمیشہ حق پہ نظر آیا تھا۔ شاید ہماری سوچیں ہماری تحریکوں کو ہوا دیتی ہیں اور کوئی منفی سوچ کبھی اس کے ذہن میں رہی ہی نہ تھی۔

کتنے مدبرانہ انداز میں سوچتی تھی ہمیشہ وہ اور کتنے جینٹس انداز میں بردباری سے ایکٹ کرتی تھی اس کی یہی بات شاید سب کو حیران کرتی تھی۔ اپنے ارد گرد کے لوگوں کے علاوہ بالخصوص ان پانچ بھائیوں کے خود عامر رضا نے اسے کتنی بار سراہا تھا۔

"تمہیں کبھی بدگمانی نہیں گھیرتی۔ کبھی غصہ نہیں آتا؟" وہ بہت حیران ہو کر اکثر دریافت کرتا تھا اور وہ ہنس دیتی تھی۔

"عامر رضا میں کوئی بچی نہیں ہوں۔ میرا شعور مجھے بیا کرنے سے باز رکھتا ہے۔" اس کے لہجے میں کہیں کی تو جذباتیت نہیں ہوتی تھی۔

"تم بہت انوکھی لڑکی ہو۔" وہ جیسے برملا اقرار کرتا تھا ایسی گھڑی اس کے کانوں میں سبکتگین کی آواز گونج جاتی تھی۔

"تم بے حد عجیب و غریب لڑکی ہو علا بخاری۔"

"میری خوشیاں اکٹھی کر لیں تم نے...؟" وہ یکسر لہجہ بدل دیتی تھی۔

"نہیں ابھی کچھ دیر ہے۔" وہ ایک گہری سانس بھر کرتا تھا۔

"اور کتنی بوریاں بھرو گے؟"

"اتنی کہ زندگی سہل ہو جائے۔ بہت سی خوشیاں تمہارے قدموں کو چھو لیں۔"

"تم کیوں سمجھتے ہو کہ مجھے یہ مادی خوشیاں درحقیقت خوش کر سکتی ہیں۔"

"کیونکہ یہ زندگی کے لیے بے حد ضروری ہیں۔"

"مگر میں تو ان کے بغیر بھی جی سکتی ہوں۔"

"گزر تو جاتی ہے علا ڈیئر مگر ذرا مشکل سے گزرتی ہے اور میں تمہیں تنگدستی کے حوالے نہیں کر سکتا۔ بہت سی آسائشوں کی عادی ہو تم اور میں تمہیں وہ سب کچھ دینا چاہتا ہوں غربت سارا حسن چھین لیتی ہے۔ اور مجھے تمہارا حسن بہت عزیز ہے۔ تمہارے چہرے کی ملاحت' ملائمت زندگی کے حسن سے معمور ہے اور میں نہیں چاہتا یہ زندگی ختم ہو" وہ بلند نظر آتا۔

"عامر رضا میں عادتوں کی غلام نہیں بہت کچھ مرضی کے مطابق ڈھال سکتی ہوں۔"

"اور میں اپنے حالات تو تمہارے مطابق ڈھال سکتا ہوں۔" وہ مسکراتا ہوا جیسے اس سارے قصے کو سمیٹ دیتا۔

اور تب وہ بھی مزید کچھ نہیں کہتی۔ ارد گرد کے ماحول سے گھبرا کر وہ فقط اتنی ہی بحث کر سکتی تھی اور اس کے ساتھ وہ سلسلہ بھی موقوف ہو گیا تھا۔ ان سب کی خاطر وہ خود کو نہیں بدل سکتی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ گیا تو ہے مگر
اک دن لوٹ آئے گا
کہ ابھی بادام کے پیڑوں پہ
پھول آنے کی رت نہیں آئی
ابھی کچھ دن لگیں گے!
ابھی کچھ دن لگیں گے!

وہ دادا ابا کے ساتھ بیٹھی چیس کھیل رہی تھی۔ اکثر جب وہ بور ہوتی تھی تو اٹھ کر پہلی فرصت میں ان کے پاس آ بیٹھتی تھی اور ان سے چیس کھیلنے لگتی تھی گو پہلے پہل وہ اتنی ماہر نہیں تھی مگر پھر آہستہ آہستہ وہ گیم کو سمجھنے لگی تو غالب آ گئی... اب تو دادا ابا بھی اکثر بلکہ زیادہ تر ہار ہی جایا کرتے تھے۔

"میری بچی بہت ذہین ہے۔" وہ ہر بار ہارنے کے بعد بہت محبت سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے فخریہ

انداز میں کہتے تھے اور وہ مسکرا دیتی تھی۔

"دادا ابا آپ واحد انسان ہیں جو ہار کر بھی بہت خوشدلی کے ساتھ مسکراتے نظر آتے ہیں۔" وہ پہلی فرصت میں شکوہ کرتا۔

"اپنے بچے سے جو ہارتا ہوں۔" دادا ابا مسکراتے ہوئے وضاحت دیتے۔

"جان بوجھ کر ہارتے ہیں۔" سبکتگین صاحب الزام عائد کرنے میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اور وہ اس گھڑی سر اٹھا کر حیرت سے تکنے لگتی تھی۔

"چیس ذہین لوگوں کا گیم ہے اور یہ لڑکی اتنی ذہین نہیں۔" اسے اس کی ہر قابلیت اور خصوصیت پر شک تھا۔

"دادا ابا آپ صرف اسے خوش کرنے کے لیے الٹی چالیں چلتے ہیں۔" وہ اس کے گھورنے کی پروا نہ کرتے ہوئے دادا ابا سے مکمل اعتماد سے گویا ہوتا۔

"اگر تمہیں اتنا اعتراض ہے تو تم آجاؤ کھیل کر دیکھ لیتے ہیں۔ فیصلہ اپنے آپ ہو جائے گا۔ آپ بھی جان جائیے گا کہ کون کتنا ذہین ہے۔" وہ بالآخر بول ہی پڑتی۔ وہ گھڑی بھر کو محظوظ ہوتے ہوئے مکمل اطمینان سے تکتا پھر سر نفی میں ہلانے لگتا۔

"اوں ہوں... میں بچوں کے ساتھ نہیں کھیلتا۔" انداز صاف چڑانے والا ہوتا۔ اور وہ سلگ کر رہ جاتی۔

"ایکسکیوزی!"

"ایکسکیوزڈ یو...!" وہ مکمل شرارت سے دیکھتے ہوئے محظوظ ہوتا۔

"آئی ایم ناٹ اے کڈ!" وہ باور کراتی۔

"علما بخاری آئی ایم ناٹ ٹاکنگ اباؤٹ یور فزیکل ایج بہت سے لوگ بڑے ہو کر بھی بڑے نہیں ہوتے کیونکہ ان کا دماغی بچپنا جوں کا توں قائم رکھتا ہے۔ جو سدا انہیں بچہ بنائے رکھتا ہے۔"

"ہار جاؤ گے تم اسی بات کا خوف ہے تمہیں...!" وہ بہت اعتماد سے اس کی جانب دیکھتی ہوئی بہت تاسف سے سر نفی میں ہلاتی۔

"ہار سے ڈرتے ہو نا... تبھی صرف الزام تراشیاں کرتے ہو۔" اور وہ بہت رسانیت سے مسکرا دیتا۔

"جانتی ہو جب بچے ہارتے ہیں تو وہ کیسے ری ایکٹ کرتے ہیں؟" کتنا بھرپور انداز ہوتا تھا اس کا 'دھیما دھیما' مگر بھرپور انداز میں طیش دلانے والا اور لبوں کی دھیمی مسکراہٹ مزید سلگاتی تھی۔

"خوف مجھے اپنے ہارنے کا نہیں ہے علما بخاری! جو کھیلتے ہیں وہ ہارنے سے نہیں ڈرتے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ کھیل رہا ہے یہ بات منکشف ہوتی ہے اس پر کہ وہ کھیل رہا ہے اور اس میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ہار بھی اور جیت بھی، اور یہ بھی کہ وہ اگر ایک بار ہارتا ہے تو دوسری بار جیتنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔" اور وہ بہت طنز سے مسکرا دیتی۔

"تم بالکل پاگل ہو علما بخاری!" وہ اسے چڑانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا تھا۔

"تمہیں اسٹینڈ لینا ہوگا سبکتگین غزنوی میدان چھوڑ کر تم بھاگنا چاہتے ہو اگر ایسے ہی تم ہار خاں ہو تو یو شڈ مسٹ اسٹینڈ اپ اگینسٹ۔ اگل تم رہے ہو۔ اس سے صاف پتہ لگ سکتا ہے کہ 'ہو از چکن ہارٹ۔'" کس قدر جذباتی انداز میں وہ زہر میں بجھے ہوئے تیر چلاتی چلی جاتی تھی۔

مگر وہ بہت اطمینان کے ساتھ ہنستا چلا جاتا تھا۔ ایسے جیسے کہہ رہا ہو۔ "دیکھا کہا تھا نا کہ بچی ہو۔" وہ بہت ضبط کے ساتھ بیٹھی اس گھڑی اس کی سمت تکتی چلی جاتی تھی۔ اور تب سبکتگین غزنوی بہت رسانیت کے ساتھ مسکراتا ہوا براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکتا تھا۔

"میں تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ بس جان! میں تمہیں ہارنے کے کرب سے دوچار نہیں کرنا چاہتا شکست کا احساس بہت جان لیوا ہوتا ہے۔ مجھے تم جیتتی اچھی لگتی ہو۔ ان چمکتی آنکھوں میں ٹھہری ہار کوئی مجھے قطعی اچھا نہیں لگے گا۔" وہ بہت اطمینان سے کہہ کر اپنی راہ لیتا تھا اور وہ کتنی ہی دیر تک بیٹھی اس شخص کو کوستی رہتی۔

"چیس کی ابجد سے بھی واقف نہیں اور مجھے

ہرانے کی باتیں کرتا ہے۔ خود کو افلاطون سمجھتا ہے۔ ذہنی طور پر بچی ہو ابھی۔" باقاعدہ اسی کے انداز میں نقل اتارتی جاتی۔ وہ کتنی ہی دیر اپنے غصے کو اتارنے کو اسے برا بھلا کہتی رہتی تھی اور پھر گاڑی کی چابی اٹھا کر لانگ ڈرائیو پر نکل جاتی تھی۔

یہ نہ تھا کہ وہ ہمیشہ مائل بہ ستم رہتا، ہاں پہلے شاذ و نادر ہوتا۔ مگر عامر رضا کے بعد تو متواتر یہ سلسلہ چل نکلا تھا۔

اور اب بھی جب وہ دادا ابا کے ساتھ بیٹھی چیس کھیل رہی تھی تو متواتر خیال اسی شخص کی جانب تھا۔ جانے کیا پرخاش تھی اسے عامر رضا سے شاید عادتاً "شرارتاً" اسے زچ کرنے کو چھیڑتا تھا۔ یا پھر واقعی وہ اسے ناپسند کرتا تھا۔ مگر اس کے ناپسند کرنے کا جواز بھلا کہاں نکلتا تھا۔ وہ ایسا کوئی حق کہاں محفوظ رکھتا تھا۔ تکلیف کیا تھی بھلا اسے، اسے اس نے خود اپنے لیے اپنی مرضی سے منتخب کیا تھا، پسند تھا وہ اسے، زندگی اسے گزارنی تھی۔ پھر وہ شخص کیوں مفت میں اس کا بخار لے رہا تھا۔

اس کے ترش جملے اسے یاد آئے تو وہ یکدم ہی سر نفی میں ہلانے لگی۔

دادا ابا پہلے تو اسے بغور دیکھتے رہے۔ پھر رسانیت سے مسکرا دیے۔ سامنے چیس بورڈ پڑا تھا۔ وہ کھیل رہی تھی مگر اس کی کونسنٹریشن گیم میں نہ تھی۔ جس غائب دماغی سے وہ کھیل رہی تھی اس سے صاف یہ بات محسوس کی جا سکتی تھی اور وہ تو پھر ایک جہاندیدہ شخص کے سامنے تھی۔

"علما بچے کوئی مسئلہ ہے؟" وہ چونکی تھی۔ پھر نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔

"نو، ناٹ ایٹ آل۔"

"تم جس غائب دماغی سے کھیل رہی ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس گھڑی آپ کا جینئس مائنڈ کہیں اور الجھا ہوا ہے۔ کوئی پریشانی ضرور تمہیں ستا رہی ہے۔ کیا اپنے اس دوست سے یہ بات شیئر نہیں کرو گی؟"

اور وہ چونکی نہیں تھی دادا ابا اکثر اس کی پرابلمز کو اسی طرح پکڑ لیا کرتے تھے۔ اور تب وہ اپنا آپ کھول کر ان کے سامنے رکھ دیتی تھی۔

"دادا ابا ایک وقت میں جب آپ کوئی فیصلہ اپنی دانست میں درست کر چکے ہوں مگر دوسری گھڑی سب آپ کو اس کی بابت جھٹلانے لگیں تو درست کیا ہے، کیا ہم، یا ارد گرد کے رد کرتے اور جھٹلاتے ہوئے لوگ؟ جبکہ اس فیصلے کا تعلق صرف اور صرف ہماری اپنی ذات سے ہو اور کسی دوسرے کو اس سے واسطہ ہی نہ ہو۔" اس نے بہت ہولے سے قصہ ان کے گوش گزار کیا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر تک اسے ملائمت سے دیکھتے رہے تھے پھر ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے مسکرا دیے۔

"کسی خاص وقت میں جو بات تمہیں حق اور سچ نظر آئے اس کے لیے کام کرو اور مستقبل کو اللہ کے حوالے کر دو یہ اپروچ زندگی کے لیے بہت سود مند ثابت ہوتی ہے۔ لیکن اگر معاملہ کسی خاص نوعیت کا ہو تو پھر دوسروں سے صلاح و مشورہ کر لینے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں اور اس فیصلے میں نظر ثانی کر لینے سے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا۔ بشرطیکہ نقطہ اٹھانے والے آپ کے صحیح خیر خواہ ہوں۔"

"اور اگر کوئی یونہی مخالفت برائے مخالفت کا کھیل کھیل رہا ہو تو...؟"

اس نے فوراً ایک نیا نقطہ اٹھایا۔ دادا ابا مسکرا دیے۔

"ہاں یہ نقطہ سوچنے کے لائق ہے۔ اگر بات فقط ہنسی مذاق اور چھیڑ چھاڑ تک ہے تو یہ دوستانہ اقدام خطرناک نہیں۔ نا ہی اس کو لے کر کسی کو اس قدر ٹینس ہونا چاہیے۔" "وہ یقیناً" مسئلے کی اصل نوعیت تک پہنچ گئے تھے۔ علما نے دادا ابا کی طرف دیکھا تھا۔ پھر ایک گہری سانس خارج کی تھی۔

"بچے یو آر دی ماسٹر آف چیس اتنی آسانی سے تو اسپورٹس مین اسپرٹ نہیں گنواتے۔ یہ گیم فقط چیس بورڈ پر بکھرے ہوئے مہروں تک محدود نہیں، یہ پوری

زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔ اسے کھیلنے والے بہت اسٹرونگ اسٹیمنا کے نا صرف مالک ہوتے ہیں بلکہ وہ اپنے حوصلوں میں بھی عمدہ ترین ہوتے ہیں۔ وہ اچھائی اور برائی میں اور خوبی اور خامی میں بہت عمدگی سے ڈسکریمنیٹ کرتے ہیں۔ اسی طور دوست اور دشمن کی پہچان بھی انہیں خوب ہوتی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپ کوئی ناپختہ ذہن کے بچے ہو جو فیصلہ آپ نے کیا ہے اگر وہ آپ کی نگاہ میں درست ہے تو پھر چاہے کوئی کچھ بھی کہتا ہے۔ کچھ بھی کرتا رہے آپ کو فرق قطعی نہیں پڑنا چاہیے۔ بشرطیکہ آپ کو خود اس فیصلے کے غلط ہونے کا احتمال نہ ہو کوئی وسوسہ آپ کو خود اندر سے تنگ نہ کر رہا ہو۔" دادا ابا بہت دھیمے انداز میں مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہے تھے۔

"بچے ہار اور جیت کے چکر میں پڑ کر اپنی اسپرٹ کو وہ لوگ لوز کرتے ہیں جنہیں خود پر اعتماد نہیں ہوتا۔ جو ہار اور جیت کے فن سے باخوبی واقف ہوں انہیں معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح جیتنا ہے اور کس طرح اور کونسی غلطی کر کے آپ ہار سکتے ہیں اگر اس سے آپ واقف ہیں تو یقیناً آپ ایک مہرے کو بازی کے لیے اٹھانے سے یا استعمال کرنے سے قبل حتمی طور پر سوچنے کے بعد یقیناً اس کو وہیں پر دوبارہ چھوڑ دیں گے اور کوئی دوسری راہ اختیار کریں گے۔ جس میں کہ آپ کی بنا ہو آپ یقیناً وہ اسٹیپ لیں گے جس سے آپ کا سروائیول یقینی ہو سکے۔"

وہ سر جھکائے بیٹھی انگلی میں موجود انگوٹھی سے یونہی کھیلتی رہی تھی اور تب دادا ابا ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے گویا ہوئے تھے۔

"بہرحال عامر رضا کیسا ہے کوئی پیغام موصول ہوا کہ نہیں۔" انہوں نے یکدم ہی بات بدل دی تھی۔

"جی' جی ہاں خیریت سے ہے۔ صبح ہی مجھے اس کی ای میل موصول ہوئی تھی۔" اس نے چونکتے ہوئے جھٹ بہانا گھڑا تھا۔ اور تب وہ سر ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"اپنا خیال رکھا کرو۔" انہوں نے کس درجہ شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہ سر اٹھا کر پہلے تو یونہی دیکھتی رہی تھی پھر یکدم ہی دھیمے سے مسکرا دی تھی۔ تبھی ماما ٹرے میں دودھ کے گلاس لئے آگئیں۔

"آپ دونوں دادا پوتی کا شوق پورا ہوا کہ نہیں اور آج کون فاتح رہا۔۔۔؟" وہ مسکراتی ہوئی پوچھ رہی تھیں۔ وہ ماما کی جانب ایک نگاہ دیکھتے ہوئے سر جھکا گئی۔ تبھی دادا ابا مسکراتے ہوئے گویا ہوئے تھے۔

"ایز یوژل ہمارا بچہ ہم بوڑھوں میں اب اتنی سکت کہاں رہی۔ ہمیں تو اب بساط پر بچھے مہرے بھی ٹھیک سے دکھائی نہیں دیتے۔" وہ یقیناً" غیر سنجیدہ تھے۔ وہ سر اٹھا کر ان کے جھوٹ پر انہیں دیکھنے لگی تھی۔ مگر ماما اس کی جانب دیکھتی ہوئی اس گھڑی مسکرا رہی تھیں۔

"اسے ماسٹر مائنڈ بنایا کس نے ہے۔ آپ نے ہی۔"

"ہاں اور ہار بھی میں ہی جاتا ہوں۔" وہ شگفتگی سے مسکرائے تھے اور تب ماما کے ساتھ وہ بھی مسکرا دی تھی۔

"منیعہ سو گئی۔۔؟" اپنے سے چھوٹی بہن کے متعلق دریافت کیا۔

"ہاں اور اب تمہیں بھی یقیناً" سو جانا چاہیے۔ صبح یونیورسٹی کو ورنہ دیر ہو جائے گی۔ چلو اٹھو اب۔" ماما نے محبت بھرے لہجے میں حکم دیا تھا اور وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"اپنا دودھ کا گلاس پیتی جاؤ میں ابا کا گلاس ان کے کمرے میں چھوڑ کر آتی ہوں۔" ماما نے اس کا گلاس اس کی سمت بڑھایا تھا۔ اور تب اس نے فوراً" ہی گلاس تھام لیا تھا۔

"گڈ نائٹ ماما۔۔۔!"

"گڈ نائٹ مائے گڈ۔" وہ محبت سے گویا ہوئی تھیں۔ اور وہ تمام تر سوچوں کو ایک طرف ڈالتے ہوئے اپنے کمرے میں آگئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

چھٹی کا دن تھا وہ منیعہ کی فرمائش پر کچن میں پوری

وجہ ہی سے کھڑی ایپل پائے بنا رہی تھی۔ اپنے لیے اس کا ارادہ آج اپنی فیورٹ ڈش کریمی چکن ود باربی کیو ساس بنانے کا تھا۔ ایپل پائے کے سارے انگریڈینس تیار تھے اور وہ اسٹفنگ کر رہی تھی جب جناب سبکتگین غزنوی آن وارد ہوئے۔

"کیا ہو رہا ہے؟" بے حد ڈھٹائی کے ساتھ اس کی ناراضگی کی پروا کیے بغیر مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔

وہ کچھ نہیں بولی۔ سر جھکائے اپنے کام میں مصروف رہی۔

"بشیر احمد اوون کو دو سو ڈگری پر ہیٹ اپ کردو۔"

اس نے الائچی پاؤڈر کی مقدار حسب ذائقہ ڈالی انداز بے حد اجنبی تھا جیسے وہ سامنے کھڑے اس شخص کی موجودگی سے بھی ناواقف ہو۔

"ابھی تک خفا ہو۔" اسے بغور دیکھتے ہوئے وہ زیر لب مسکرا رہا تھا۔

"بشیر احمد کریمی چکن کے لیے کارن فلیکس اور بریڈ کرمز تیار کرو۔" اس نے ایک بار پھر اسے مکمل طور پر رد کر دیا اور ایپل پائے کے اسٹف میں شہد ملانے لگی وہ تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر دھیمے سے مسکرا دیا۔

"بہت اہتمام ہو رہا ہے کوئی آ رہا ہے کیا۔؟"

اس نے اسٹفنگ کے لیے تیار کیے ایپلز میں سے تھوڑا سا اٹھا کر منہ میں ڈالا وہ سر اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"بتایا نہیں تم نے اتنا اہتمام کس کے لیے ہو رہا ہے۔" وہ مکمل طور پر دوستانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"تمہارے لیے قطعی نہیں ہو رہا ہے۔" وہ جل کر گویا ہوئی۔ وہ اس کے چہرے کو بغور تکتا ہوا جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔

"تمہیں پتہ تھا نا مجھے ایپل پائے بے حد مرغوب ہے۔" اس نے اپنی مرضی کا جواز اس پر تھوپا وہ سر اٹھا کر ہاتھ روک کر اسے بغور دیکھنے لگی۔

"حالانکہ تمہیں تو چپاتیوں کے پائے مرغوب ہونے چاہئیں۔!" کس قدر دلفریب طنز تھا۔ مگر وہ کھلکھلا کر ہنس دیا تھا۔

"تم کیوں سمجھتی ہو کہ سب مرد عامر رضا جیسی ترجیحات رکھتے ہیں۔"

"جانتی ہوں۔ تبھی تو کہہ رہی ہوں چپاتیوں کے پائے صحت کے لیے بے حد مفید ہوتے ہیں۔"

وہ مسکرائی تھی۔ وہ اسے بہت دھیمے سے مسکراتے ہوئے دیکھتا رہا تھا۔ پھر جیسے ایک بار پھر سرینڈر کرنے کی ٹھانی تھی۔

"پلیز فارگیٹ اٹ ایوری تھنگ۔"

اور وہ ایک نظر اس پر ڈال کر سر جھکا گئی تھی۔

"سبکتگین تم سمجھتے ہو سب کچھ اس قدر آسان ہے کیا لفظوں کے گھاؤ سے ناواقف ہو۔"

"جانتا ہوں مگر تم سیریس کیوں لیتی ہو۔ کیا ہم اچھے دوستوں کی طرح ہنسی مذاق بھی نہیں کر سکتے۔؟" وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا اور تب وہ لمحہ بھر کو ہاتھ روک کر سر اٹھاتے ہوئے اسے دیکھنے لگی تھی۔ وہ کچھ دیر تک خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا پھر مسکرا دیا تھا۔

"کچھ غلط کہاں ہوتا ہے۔ کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے کہ مصداق میں نے آج تک حتی الامکان سچ بولنے کی کوشش کی ہے۔" وہ ایک بار پھر اسی انداز میں بول رہا تھا۔ کس قدر شرارت تھی اس کی آنکھوں میں وہ اسے دیکھتے ہوئے نگاہ جھکا کر دوبارہ مصروف ہو گئی۔

تبھی اس نے پلٹ کر بشیر احمد کو دیکھا تھا۔

"بشیر احمد وہ باہر کوریڈور میں جو گفٹ رکھا ہے ذرا اٹھا کر تو لے آؤ۔" لبوں پر بہت شرارتی مسکراہٹ تھی مگر وہ اجنبی سی بنی کھڑی رہی بشیر احمد "فوراً" ہی مستعدی کے ساتھ کوریڈور کی جانب دوڑا تھا۔

"کب تک ناراض رہو گی۔" بہت مدھم بہت پرفسوں لہجے میں وہ ہولے سے بولا۔ وہ سر جھکائے یوں مصروف رہی جیسے سرے سے سنا ہی نہیں۔ تمام اسٹفنگ کرنے کے بعد وہ کانٹے کی مدد سے ایپل پائے پر ڈیزائننگ کر رہی تھی۔

"پلیز سبکتگین ڈونٹ بی اسٹوپڈ یہ ڈائیلاگ بازی

یہاں نہیں چلے گی کوئی شکسپیئر کا تھیٹر نہیں ہے یہ۔" اس کا انداز بے حد اکتایا ہوا تھا۔ مگر وہ یکدم ہی کھلکھلا کر ہنسنے لگا تھا۔

"اچھا مگر پھر تم مجھے جیولٹ جیسی کیوں لگ رہی ہو۔" محترم سبکتگین کہاں باز آنے والے تھے۔

"اپنی آنکھوں کا علاج کراؤ۔"

اور اس کا قہقہہ بے حد بے ساختہ تھا۔

وہ اس سے بے نیاز پلٹ کر ایپل پائے کو اوون میں رکھنے لگی تھی۔ پھر پلٹی تو پین لے کر اس میں دو بڑے چمچے جیلی لے کر ایپل پائے کے لیے ٹوپنگ تیار کرنے لگی تھی۔ چولہا جلا کر پین میں پانی گرم کیا اور پھر اس میں جیلی ڈال کر چمچہ چلانے لگی۔ وہ دلچسپی سے اسے کھڑا تکتا رہا۔

"تم نے قسم کھا رکھی ہے میرے سر پر سوار رہو گے۔" وہ بلا آخر اکتا کر گویا ہوئی مگر وہ بہت رسانیت سے مسکرا دیا تھا۔

"کتنے بدل گئے ہیں ہم۔ جب سے یہ شخص درمیان میں آیا ہے۔" اور اس گھڑی وہ یکدم ہی مسکرا دی جانے کیوں اور سبکتگین غزنوی اس کے چہرے کو بغور دیکھنے لگا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟" وہ ہولے سے مسکراتی ہوئی اسے دیکھنے لگی۔

"ایک عام سے شخص کے فقط نام میں کتنی کرشمہ سازیاں پنہاں ہیں۔" باقاعدہ رشک کیا تھا۔ وہ مسکرا دی۔

"جل گئے نا پھر سے حاسد۔" چولہا بند کرتے ہوئے اسے دیکھا۔ مگر وہ بنا کچھ کہے بہت مطمئن انداز میں مسکراتا رہا۔ تبھی بشیر احمد وارد ہوا۔

"سبکتگین صاحب گفٹ تو کوئی ڈھونڈنے سے بھی نہ ملا۔ ہاں یہ ایک کبوتروں کا پنجرہ تھا۔ سو لے ہی اٹھا لایا۔" بشیر احمد کی باچھیں کانوں سے جا لگیں علما بخاری نے چونکتے ہوئے بشیر احمد کے ہاتھوں میں موجود اس پنجرے کو دیکھا تھا۔

"نہیں بشیر احمد بندے تم واقعی کام کے ہو شاباش تم تو خاصے عقل مند ہو۔"

مسکراتے ہوئے سبکتگین نے پنجرہ بشیر احمد کے ہاتھ سے لے لیا تھا اور بہت پرشوق انداز میں سفید کبوتروں کو دیکھتے ہوئے انہیں وش کرنے لگا تھا۔ وہ چپ چاپ ان تمام اقدامات کو دیکھتی رہی۔

"کل آفس سے لوٹ رہا تھا۔ تو واپسی میں یہ پنجرہ دیکھ کر بے ساختہ تمہارا دھیان آگیا سو فوراً سے پیشتر اسے لے ڈالا۔"

وہ کچھ نہ سمجھ پائی۔ کیا وہ دوستی کے نام پر امن کے پیامبر سنگ لایا تھا۔ اس کی خفگی دور کرنے کو امن کی جانب پیش قدمی کی ہے۔

"ہم اچھے دوست ہیں تو کم از کم ہمیں ایک دوسرے کا خیال تو رکھنا چاہیے۔" علما بخاری چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔ کتنی شرارت تھی اس کی آنکھوں میں۔

"میں نے سوچا کتنا بہت سا خرچ کرتی ہو تم میلز اور ای میلز پر کچھ تو بچت ہو گی تمہاری 'یہ کبوتر بہت مستعد ہیں پالتو اور سکھائے ہوئے ہیں۔ تمہیں مشکل نہیں ہو گی 'تھے تو اس کے پاس کالے کبوتر بھی۔ مگر میں نے سوچا اتنی یکسانیت اچھی نہیں لگے گی اور شاید تم بھی مائنڈ کر جاتیں 'سو سفید خاصے بہتر لگے۔ میں نے ٹھیک کیا نا۔" وہ لبوں پر دلفریب مسکراہٹ لیے اسے دیکھتے ہوئے کس قدر معصومیت کے ساتھ دریافت کر رہا تھا۔

"ایک کوے ٹائپ بندے کے پاس سفید کبوتر خط لے کر جاتے کتنے بھلے لگیں گے۔" بشیر احمد جو کام کرنے کے ساتھ ان دونوں کے مابین ہونے والی گفتگو بھی سن رہا تھا یکدم ہی کھی کھی کرنے لگا تھا۔ "بند کرو یہ کھی کھی اور یہ ایپل پائے دیکھ کر نکال لینا۔"

اس نے پلٹ کر بشیر احمد کی خبر لی تھی اور پھر اس کی جانب دیکھنے لگی تھی۔ کتنی شرارت کے ساتھ وہ اس لمحے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ وہ غصے سے کھولتی ہوئی ضبط کے بہت سے بند باندھتی وہاں سے ہٹ گئی تھی۔ سبکتگین غزنوی کے لبوں کی مسکراہٹ یکدم ہی گہری

ہو گئی تھی۔



میرے چار سو پھیلی
روشنی کہتی ہے
تم میرے نام کے دیے
جلا رہے ہو ابھی!

لیپٹے ہر تحفے سے ایک دن قبل اسے عامر رضا کی جانب سے کتنے بہت سے گفٹس اور کارڈز موصول ہوئے تھے اور لحہ لحہ ڈولتا دل کیسے لحہ بھر میں ہی سنبھلنے لگا تھا۔ ایک سرشاری سی رگ و پے میں سرایت کر رہی تھی۔ وہ سب چیزیں پھیلائے بطور خاص افشاں کو دکھا رہی تھی۔ اپنے آپ کو مطمئن کرنے کا یہ بھی کوئی انداز تھا۔ وہ خود کو حتی الامکان حد تک مطمئن کرنا چاہتی تھی۔

"کس قدر لکی ہوں میں ہم یہ missing you کا کارڈ دیکھو اور اس پر تحریر اس کی طویل نظم کو ہائے گڈ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی وہ شخص اتنا رومانٹک بھی ہو سکتا ہے۔ شاعری اور وہ۔۔۔" وہ یکدم ہی ہنسنے لگی تھی۔

"تمہارے حسن بلا خیز نے اسے شاعر بنا ڈالا ہے اور وہ کیا کوئی بھی بندہ دیوانہ ہو سکتا ہے۔ تم ہو بھی تو اتنی دلفریب۔" افشاں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا اور اس کی ہنسی اور بھی طویل ہو گئی تھی۔

"اس قدر خشک بندہ ہے۔ جب میرے قریب تھا تو اس نے ڈھنگ سے کبھی میری تعریف بھی نہیں کی تھی۔ بلکہ جب ایک بار میں اسٹوڈنٹ ویک میں سفید ڈریس پہن کر گئی تھی تو اس نے مجھے بغور دیکھا تھا۔ مجھے لگا تھا آج یہ ضرور کچھ انوکھی بات کہے گا مگر وہ بولا تو صرف اس قدر۔

"آج معمول سے خاصی ہٹ کر نظر آ رہی ہو۔ شاید ڈریسنگ کے باعث" اور میں جو کسی دلفریب سے جملے کی طالب تھی یکدم ہی سر پیٹ کر رہ گئی تھی۔" اس کا قہقہہ بے حد بلند تھا۔ جیسے وہ دوسروں کے ساتھ خود کو بھی "تجدید عہد وفا" کا یقین دلانا چاہتی تھی۔

افشاں نے اسے بغور دیکھا تھا پھر مسکرا دی تھی۔
"تم نے یہ سب چیزیں کسی اور کو تو نہیں دکھائیں؟"
"کسی اور کو۔" وہ چونکنے کی ناکام کوشش کرتی ہوئی بولی۔
"بھائیوں کو۔"
"نہیں فی الحال تو نہیں۔" اس نے شانے اچکائے۔
"دکھانا بھی مت ورنہ وہ پھر تمہیں نئے سرے سے ٹیز کرنے کی کوشش کریں گے اور تم۔" افشاں نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

اور وہ جو جانتی تھی کہ ان سب کو بطور خاص اس بات کا پتہ چلے یکدم ہی ہونٹ بھینچ کر رہ گئی تھی اور اس لمحے افشاں جانے کیا سمجھی تھی کہ بہت دوستانہ انداز میں اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"پلیز تم مائنڈ مت کیا کرو وہ سب یونہی بس مذاق کرتے ہیں۔ تم تو جانتی ہو ان سب کو اتنے عرصے کا ساتھ ہے۔ کیا اب بھی ان کے مزاج کو نہیں سمجھتیں۔ پتا ہے وہ فائزہ آپی کو بھی اسی طرح تنگ کیا کرتے تھے ان کی تو عادت ہے حالانکہ فیضان بھائی بھی کتنے معقول اور ہینڈسم ہیں نا مگر ان کے لیے کیسے کیسے القابات نہ تراش لیے تھے انہوں نے حالانکہ فائزہ آپی کے رشتے سے وہ نا صرف بڑے تھے بلکہ قابل احترام بھی۔ اور اب دیکھو کتنی تمیز سے ملتے ہیں۔ ریسپیکٹ کرتے ہیں شاید یہ بہت فطری رنگ کے مذاق ہیں۔ اپنے فطری رشتوں کے لیے جو مخصوص ہوتے ہیں۔ محبت کے رنگ محبت کے ڈھنگ۔"

وہ چپ چاپ دیکھتی چلی گئی۔ افشاں مسکرا دی۔ اور تبھی وہ سامنے سے آتا نظر آ گیا تھا۔

"پتہ نہیں کیا ہوا تھا کہ وہ فوراً" ہی سامنے بکھری تمام چیزیں سمیٹنے لگی تھی حالانکہ جس طرح تھوڑی دیر قبل وہ اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ یہ سب چھپا کر نہیں رکھنا چاہتی۔ وہ قریب پہنچا تھا جب اس نے یکدم

ہی سب چیزوں کو سمیٹ کر پشت میں رکھ دیا تھا۔ وہ شاید دیکھ چکا تھا۔ اسے اس طرح بطور خاص کچھ چھپاتے ہوئے تبھی اس کے لبوں پر بہت دلفریب مسکراہٹ تھی۔ اس نے نظروں ہی نظروں میں افشاں کی جانب دیکھتے ہوئے جیسے درخواست کی تھی۔ مگر وہ محترم سبکتگین غزنوی تھے۔ ان کی آنکھوں سے کچھ چھپ سکتا تھا بھلا۔

"کیا چھپایا جا رہا ہے بھئی لوگ خاصے گھنے ہو گئے ہیں۔" اس کی نگاہوں سے ہویدا شرارت کس قدر نمایاں تھی۔

"بھائی آپ کب آئے۔" افشاں نے اس کا دھیان بٹانا چاہا۔

"جب لوگ چھپنے اور چھپانے میں مصروف تھے۔" وہ بات افشاں سے کر رہا تھا مگر دیکھ متواتر علا کو رہا تھا۔

"مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے چھپنے کی چھپتے چور ہیں یا پھر مجرم اور میرے ہاتھ صاف ہیں۔" اس نے اپنی دانست میں صفائی دینا چاہی تھی۔ مگر وہ شخص یکدم ہی کھلکھلا کر ہنسنے لگا تھا۔ وہ ایک گہری سانس خارج کرتی ہوئی افشاں کی جانب دیکھنے لگی تھی۔

"اف یہ ایمان کو متزلزل کرتا ہوا یقین۔!" سبکتگین صاحب جب بولتے تھے تو ارد گرد کا سرے سے ہوش ہی نہیں ہوتا تھا۔ کس قدر معنی خیز جملہ تھا اور انداز۔ وہ فقط گھورنے پر اکتفا کرتے ہوئے اسے دیکھنے لگی تھی۔ شاید یوں کہ بات کو مزید طول نہیں دینا چاہتی تھی۔ مگر سبکتگین غزنوی کو بولنے کے لیے کسی خاص وضع قطع کی ضرورت کب تھی۔ تبھی تو وہ کہہ رہے تھے۔

"صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں۔" لبوں پر کس قدر شرارتی مسکراہٹ تھی۔

"سبکتگین پلیز بند کرو یہ خوامخواہ کی جنگ، میں تم سے مزید الجھنا نہیں چاہتی۔"

"کیوں تھک گئی ہو۔" وہ کس قدر دلچسپی سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ اسے تو افشاں کی بھی پروا نہ تھی اور افشاں اس گھڑی سر جھکائے جس طرح اپنی مسکراہٹ پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ فقط اس کے خیال سے 'یہ سب اسے زچ کرنے کو کافی تھا۔ بہت ضبط کے ساتھ اسے دیکھتی رہی تھی۔ اپنی تمام توانائیوں کو مثبت رخ میں رکھنے کو مسلسل کوشش کر رہی تھی۔ مگر وہ اس شخص کا کیا کر سکتی تھی جو اس گھڑی اسے طیش دلانے کو کہہ رہا تھا۔

"یہ وقتی طور پر ہتھیار ڈال دینے والی ادا بے حد دلفریب ہے۔ دل تک میں سرشاری دوڑا دینے والی۔ یہاں سے وہاں تک گھنٹیاں بجانے والی۔ اگر کوئی ناواقف ہو تو ایمان لانے میں دیر قطعی نہیں ہو گی۔ مگر یہ میں ہوں، سبکتگین غزنوی' جانتا ہوں نا تمہیں کیا کروں۔" وہ جیسے اس کے ضبط کو آزما رہا تھا۔

"سبکتگین پلیز۔!" وہ اسی قدر کہہ سکی تھی اور تبھی افشاں مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں چلتی ہوں، شاید امی مجھے بلا رہی ہیں۔" کتنا صاف جھوٹ تھا۔ مگر اسے فرار کی راہ درکار تھی سو کہتے ہی ایک جست میں وہ باہر تھی اور اب علا بخاری تنہا اس کے سامنے تھی۔

"شرم نہیں آتی تمہیں۔" وہ سلگتے ہوئے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ تمام لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے حالانکہ یہ لمبا چوڑا شخص اس کا ہم عمر قطعی نہ تھا۔

"کم از کم کسی دوسرے کا تو لحاظ کر لیا کرو۔ کچھ بھی بکواس کرتے رہتے ہو جو منہ میں آتا ہے۔" کس قدر سنگین تھا اس کا لہجہ مگر وہ ہنستا چلا گیا تھا۔

"ذرا کس بات پر کوئی غیر تو نہیں یہاں!" وہ اسے مزید زچ کرنے پر مائل تھا۔

"انتہائی بدتمیز شخص ہو تم۔" اس کے لمبے چوڑے وجود کو دیکھا۔

"عقل بھی کسی چڑیا کا نام ہوتا ہے۔ مگر تم۔!" وہ بہت کچھ کہنے کے چکر میں کچھ بھی نہیں کہہ پائی اور چپ ہو کر اس کی جانب سے نظریں پھیر کر دوسری جانب دیکھنے لگی تھی۔

سبکتگین غزنوی کچھ دیر یونہی کھڑا اسے دیکھتا رہا تھا۔

پھر ہولے سے اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ اسے دیکھنے کا سلسلہ موقوف نہیں کیا تھا۔

"تمہیں اجنبی ہوتے ہوئے دیکھ نہیں سکتا نا۔ کیا کروں۔" کتنا مدھم اور دھیما تھا اس کا لہجہ وہ یکدم ہی چونک کر دیکھنے لگی تھی۔ وہ فوراً ہی مسکرایا تھا۔

"یار مانو یا نا مانو یہ شخص کیا نام ہے اس کا ہاں عامر رضا انتہائی منحوس ہے۔ کمبخت جب سے درمیان میں آیا ہے۔ ہم دونوں کے درمیان سیز فائر ہونے میں ہی نہیں آرہا۔" وہ بہت سرسری سے انداز میں بولا تھا۔ اور وہ بے تحاشا سلگتے ہوئے انداز میں اسے گھورنے لگی تھی۔ وہ شخص رنگ بدلنے میں کیسا ملکہ رکھتا تھا۔

"تم اگر اب مزید کچھ بولے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" ہاتھ اٹھا کر اس نے وارننگ دی تھی مگر وہ بہت رسانیت سے تکتا چلا گیا تھا۔

"اس شخص کا چار دن کا ساتھ اس قدر اہم ہو گیا اور ہمارے برسوں کے مراسم کی کوئی وقعت نہیں۔" پتہ نہیں تاسف تھا یا شکوہ مگر وہ سری طرف جانے کی کسے پروا تھی۔

"سبکتگین تم۔!" اس نے کچھ کہنے کو لب کھولے تھے مگر تبھی وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس کی جانب دیکھے بغیر چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

علما بخاری گہری سانس خارج کرتے ہوئے دوسری جانب دیکھنے لگی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

یہاں سے وہاں تک پھیلی
افرا تفری اور!
مجھ کو اپنے سنگ سنگ باندھے
تیرے دھیان کے موسم!

آرزوؤں کے تسلسل پر کوئی بند نہیں باندھا جا سکتا خواہشوں کے سلسلے نہ تھمنے والے ہوتے ہیں۔ خواب بیش بہا ہوتے ہیں۔

مگر کوئی ایک خواہش ایسی ہوتی ہے جو تمام باتوں پر' تمام چیزوں پر سبقت لے جاتی ہے۔ ساری باقی کی خواہشیں' آرزوئیں اور خواب دھرے رہ جاتے ہیں اور طاقِ دل پر فقط ایک خواب دیا بن کر جلنے لگتا ہے۔ پلکوں کے کناروں کو بس ایک روشنی چھوتی ہے اور ہر طرف رنگ سے پھیلنے لگتے ہیں۔ ہوتی ہے کوئی ایک خواہش۔ کوئی ایک خواب کوئی ایک تمنا۔ جو متاعِ حیات بن جاتا ہے۔ چاہتے نا چاہتے ہوئے بھی' اچانک بہت اچانک دل میں جگہ بنتی ہے اس ایک خواب کے لیے اس ایک تمنا کے لیے' اس ایک خواہش کے لیے اور باقی پھر سب کچھ غیر ثانوی ہو جاتا ہے۔ بے معنی۔!

دل کو فقط وہ بات اچھی لگتی ہے جو اس سے وابستہ ہو۔ وہ حوالہ اچھا لگتا ہے۔ جو اس سے وابستہ ہو' وہ خواب اچھا لگتا ہے جو اس کی نسبت سے آنکھیں دیکھیں' وہ آرزو' وہ تمنا اچھی لگتی ہے جو اس کے توسط سے' اس ایک فردِ واحد کے واسطے دل میں جگہ کرے۔

یہ وابستگی کے فیصلے نہیں۔ ہوشمندی کے اقدام نہیں۔ خردمندی کے جواز نہیں۔

سب بے اختیاری ہے۔

سب فیصلے دل کے ہوتے ہیں' دل جسے چاہے: جتنی کردے نواز دے اور سرخرو کردے اور جسے چاہے نگاہ سے گرا دے مٹی میں رول دے' سب بے اختیاری ہے۔ ہر کیفیت ہر احساس اور ہر اقدام۔

شاید' واقعی جب محبت بولتی ہے تو پھر ہر شے کو اپنے زاویوں میں ڈھالنے لگتی ہے۔ ہر رنگ کو اپنے رنگوں میں رنگنے لگتی ہے۔

محبت ایک حیران کن جذبہ ہے۔ جو عقل سے بالاتر ہے اور دل پر اثر پذیر۔

کتنی ہی دیر وہ اضطراب سے ادھر سے ادھر ٹہل کر وقت ضائع کرتی رہی تھی اور پھر تھک کر ایزی چیئر پر آ بیٹھی تھی۔ آنکھیں ہولے سے موندلی تھیں۔ سوچوں کا رخ ہر جانب سے موڑنا چاہا تھا۔ دھیان بٹانا چاہا تھا۔ اور کچھ نہیں تو وہ عامر رضا کے بھیجے گئے بہت سے احساس سے پر محبت کی حدت لیے لفظوں کو ہی سوچنا چاہتی تھی۔ ان سب کارڈز کو نگاہ کے زاویے

میں رکھ کر سوچوں کو گامزن کرنا چاہتی تھی۔ وہ سب گفٹ جو اس نے بطورِ خاص اس کے لیے اپنے بہت مصروف لمحوں میں سے فقط اس کے لیے وقت نکال کر۔ وہ لمحے جب ان تمام چیزوں کو اس نے فقط اس کے لیے منتخب کیا۔ کارڈز کو لکھا۔ لفظ تراش کر جملے پروئے

...

"محبت یاد رکھتی ہے" اور یہ محبت ہی تو تھی عامر رضا کے دل میں اس کے فقط اس کے لیے" اور تبھی تو اس نے یاد رکھا تھا اسے" اس کے اہم ترین دن کو اور ایک مزید یادگار دن زندگی کی تاریخ کے کیلنڈر میں اضافی طور پر درج کر دیا تھا۔

محبت یونہی تو کرتی ہے اپنے احساس کے ساتھ جیتی ہے اور سنگ سنگ سفر کرتی ہے اور بہت سے حسین اور یادگار لمحے زندگی کے کیلنڈر میں کرتے چلے جاتے ہیں۔

آج اس شخص نے ایک اہم یادگار کو منایا تھا۔ اور آج کا یہ دن علما بخاری کے لیے یادگار کی حیثیت اختیار کر گیا تھا اگلے برسوں میں اسے اس یادگار کو سوچنا تھا اور یاد رکھنا تھا۔

"عامر رضا تھینک یو ویری مچ۔" وہ اس لمحے اعتراف کے بہت سے لمحوں کو سمیٹتی ہوئی اقرار کر رہی تھی۔

محبت کے اس احساس کو حدت کو اور اس کی تمام تر شدت کو محسوس کرنے کے لیے اس نے اپنی آنکھیں بہت آہستگی سے میچی تھیں۔ اس محبت کو اس محبت کے خیال کو' تصور میں دیکھنا چاہتی تھی وہ۔ وہ محبت کی انگلی تھام کر ابھی چلی ہی تھی کہ۔

"علما۔!" کتنے دھیمے پن' مدھم انداز میں اسے پکارا تھا۔ آواز کس قدر مانوس تھی۔ لہجہ کس قدر شناسا سا تھا' انداز کسی قدر جانا پہچانا تھا' اس آواز سے تو وہ واقف تھی۔

"سبکتگین پلیز مجھے ڈسٹرب مت کرو میں تمہارے متعلق سوچنا بھی نہیں چاہتی بہت برے ہو تم بے حد برے۔" اس نے سب کچھ خیال جان کر جھٹلانا چاہا تھا۔

"علما' پلیز آنکھیں کھولو اپنی۔" کوئی آواز پھر سرگوشی بنی تھی۔

"سبکتگین کتنا نفرت ہے مجھے تم سے کیوں ستانے آگئے ہو مجھے تم۔" اس نے پھر اس شخص کے خیال کو جھٹکا تھا۔

"علما بخاری باہر آجاؤ خوابوں سے اب بہت تفریح کر چکیں تم اپنے ان محترم عامر رضا عرف جنگلی کوے کے ہمراہ۔" کسی نے اب کے اسے جھنجھوڑ ڈالا تھا اور وہ فوراً ہی آنکھیں کھولنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

"سبکتگین تم۔!" اسے سامنے دیکھ کر وہ بیزار سے انداز میں بولی تھی۔

"کیوں تمہیں اپنے اس جنگلی کوے کا انتظار تھا۔" وہ شرارت سے مسکرا رہا تھا۔

"پلیز۔!" اس نے جیسے اسے باز رکھنا چاہا۔ تبھی وہ خاموش ہو کر بہت نرمی سے اس کی جانب دیکھنے لگا۔

"بہت سیر کر چکیں تم۔ اب جاگ جاؤ شاباش جانے کیوں تمہیں اس شخص کو سوچ کر لطف ملتا ہے' حالانکہ اس میں ایسا کچھ سوچنے لائق ہے ہی کہاں۔"

"تم رات کے اس وقت مجھے فقط یہی بتانے آئے ہو۔" کس قدر روڈ تھا خود اس کا لہجہ' وہ خاموشی سے اسے تکتا رہا۔ پھر مسکرا دیا۔

"نہیں۔" بہت مدھم انداز میں سبکتگین غزنوی نے جواب دیا تھا۔ پھر اسی آہستگی سے واپس پلٹ گیا۔ وہ بہت حیرت سے اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی تھی۔ وہ کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھی اور یہ شخص ایک سمجھ میں نہ آنے والا سوال ہو چلا تھا۔

اس نے جیسے تھک کر اس جانب سے نگاہ ہٹا کر سامنے مرکوز کی تھی اور تبھی سامنے ٹیبل پر دھرے اس خوب صورت کیک اور گفٹ پر نگاہ پڑی تھی۔ وہ جیسے لمحہ بھر کو ٹھٹھک کر رہ گئی تھی۔ پھر بہت ہولے سے کیک کو اٹھایا تھا۔ ایک مہکتا ہوا کارڈ اس کے ہاتھ میں تھا۔

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔!

"اوہ۔۔۔!" اس نے ایک گہری سانس خارج کی تھی۔

"سبکتگین کتنے بھلے بندے ہو تم مگر۔۔۔!" ایک دھیمی سی مسکراہٹ اس کے لبوں کا حصار کر گئی تھی اور اس کی نگاہیں گفٹ پر جا ٹکیں تھیں۔ اور وہ تمام کدورت اور خفگی ایک طرف رکھتے ہوئے گفٹ کھولنے لگی تھی۔ گھڑی کا بجتا ہوا الارم بتا رہا تھا کہ بارہ بج چکے تھے اور اس کا جنم دن شروع ہو چکا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

الجھے نین رستوں پہ
رستوں پہ بکھری دھوپ!
دھوپ میں جلتے جلتے دیکھو
عمر جائے نہ بیت۔۔۔!

اس کا مزاج قطعی ایسا نہ تھا کہ دل میں کسی کے خلاف بغض رکھتی۔ یا کینہ پالتی رہتی دل میں رکھنے کی قائل نہ تھی ہاں جب کوئی بات اسے بری لگتی تھی تو وہ خفگی کا اظہار کرتی ضرور تھی۔ مگر یہ سب وقتی ہوتا تھا اور اس کے بعد وہ اس بات کو وہیں اس مقام پر چھوڑ دیتی تھی۔

دوسرے معنوں میں وہ معاف کرنے میں دیر نہ لگاتی تھی اور اب تو پھر اسے اپنی غلطی کا اور کوتاہی کا احساس تھا۔ تبھی پہلی فرصت میں اس کے سامنے تھی۔

وہ ناشتے کی ٹیبل پر تھا۔ وہ آنٹی اور انکل کو سلام کرتی ہوئی اس کے سامنے آن بیٹھی وہ نظر انداز کیے چائے کے سپ لیتا ہوا نیوز پیپر دیکھ رہا۔

"ہیلو گڈ مارننگ!" کس قدر خوش دلی سے مسکرائی تھی وہ سبکتگین غزنوی ایک سرسری سی نگاہ اس پر ڈال کر پھر سے بغور اخبار کو پڑھنے لگا تھا۔ اس نے ہمت نہیں ہاری تھی اور مسکراتی ہوئی اسے دیکھتی رہی تھی۔

"میں نے سوچا صبح کا بریک فاسٹ آج آنٹی کے ہاتھ سے کیا جائے اور۔۔۔!" اس نے اس کی توجہ نہ پا کر اخبار اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔ وہ بہت بے تاثر انداز میں اسے ایک نظر دیکھ کر پھر سے اجنبی ہو گیا اور چائے کے سپ لینے لگا۔

"تھینک یو ویری مچ گفٹ اچھا تھا۔" اس کی تمام تر اجنبیت کے باوجود وہ مسکراتی ہوئی خوشدلی سے گویا تھی۔ مگر وہ کچھ نہیں بولا تھا۔

"ارے سبکتگین ٹھونستے ہوئے بات کرنا منع ہے کیا۔" وہ مکمل دوستانہ انداز میں گویا تھی۔ آنٹی اس کا ناشتا لے آئی تھیں اور وہ چپ ہو کر ٹیبل کی سطح کو گھورنے لگی تھی۔

"تم دونوں میں کوئی جھگڑا ہے کیا؟" آنٹی نے مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھا تھا۔ وہ فوراً ہی اس کی جانب دیکھتی سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔ تبھی وہ بولا تھا۔

"یہ پوچھیے جھگڑا کب نہیں ہوتا۔"

"اور وجہ کیا ہوتی ہے۔ کس کے باعث ہوتا ہے یہ سب کچھ۔؟" وہ فوراً ہی اسباب ڈھونڈنے لگی تھی۔

"عامر رضا!" وہ بہت رسانیت سے مسکراتا ہوا بولا تھا اور اس کے ضبط کی آزمائش پھر سے شروع ہو چکی تھی۔ ثمینہ آنٹی چونکہ ان سے واقف تھیں سو مسکراتی ہوئی سر نفی میں ہلانے لگی تھیں۔

"بس بس اب پھر سے شروع مت ہو جانا۔" ثمینہ آنٹی نے دودھ کا گلاس علا کے سامنے رکھا تھا۔

"آنٹی میں کہاں یہ تو بس۔" وہ تھک کر سر جھکا گئی۔ وہ خوشدلی سے مسکرا دیا۔

"تم مان کیوں نہیں لیتیں کہ سارے فساد کی جڑ وہی ایک شخص ہے۔"

"فساد کی جڑ وہی ایک شخص ہے۔" علا نے باقاعدہ اس شخص کی نقل اتاری۔

"وہ تمہیں جیسے آکر دعوت دیتا ہے نا۔"

ثمینہ آنٹی یکدم ہی ہنسنے لگیں۔ پھر علا کے خیال سے فوراً سبکتگین کی جانب دیکھنے لگیں۔

"شرم کرو چھوٹی بہن ہے۔ تم سب بھائیوں کو کوئی کام بھی ہے سوائے بہنوں کو تنگ کرنے کے۔" علا نگاہ اٹھا کر سبکتگین غزنوی کو گھورنے لگی۔ وہ جو اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ یکدم ہی مسکرا دیا۔

"اب مزید نہیں ہاں میں ذرا تمہارے بابا کو چائے دے لوں۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ پلٹ کر آگے بڑھ گئی تھیں۔

دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تھے۔ سبکتگین کے لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ رکی ہوئی تھی۔

"بریک فاسٹ کرو بھئی۔ آج یونیورسٹی جانے کا پروگرام نہیں ہے کیا؟"

وہ سر اٹھا کر خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔

"شاباش ناراضگی مجھ سے ہے ان سامنے رکھے لوازمات سے تو نہیں۔" وہ ایک بار پھر سے وہی سبکتگین غزنوی تھا اور تب وہ بہت آہستگی سے سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"کتنے برے ہو گئے ہیں ہم۔ کتنی چھوٹی چھوٹی غیر اہم باتوں پر لڑنے جھگڑنے لگے ہیں۔" اس کے لہجے میں ملفوف سا تاسف تھا۔

"اس شخص کو درمیان سے نکال دو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" سبکتگین صاحب کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"سبکتگین۔۔۔!" وہ فقط اسی قدر کہہ سکی تھی۔ سبکتگین نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔ اس کی گہری آنکھوں کو بغور جانچا تھا۔ پھر ہولے سے مسکرا دیا تھا۔

"مذاق کر رہا ہوں یار! اب دوست ہونے کے ناطے اتنا حق تو محفوظ رکھتا ہوں۔ سمجھتی کیوں نہیں ہو تم ویسے تو اتنی ذہین بنتی ہو مگر۔" اس نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا تھا۔ اور اسے دیکھنے لگا تھا۔ پھر اگلے ہی لمحے اپنا چوڑا مضبوط ہاتھ پھیلاتے ہوئے اس کے سامنے کر دیا تھا اور مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

"چلو پرامس آئندہ اتنا تنگ نہیں کروں گا۔"

علا بخاری چند ثانیوں تک اسے دیکھتی رہی تھی۔ پھر جیسے مجبوراً اپنا نازک سا ہاتھ آگے بڑھا دیا تھا۔ اور اس گھڑی اس شخص کی آنکھوں میں کیسی چمک ہوئی تھی اور وہ متواتر خوشدلی سے مسکرا رہا تھا۔ علا نے ایک گہری سانس خارج کی تھی اور ناشتا کرنے لگی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

خوش ہونا اور خوش نظر آنا دو الگ اور قدرے متضاد کیفیات ہیں انسان خوش ہو تو اسے کسی بات کے لیے تردد نہیں کرنا پڑتا۔ ہر شے اس کے اندر کے رنگ میں رنگنے لگتی ہے۔ ہر کیفیت اندر کے اس احساس سے بدل جاتی ہے۔ دل خوش ہو تو لب اپنے آپ مسکرانے پر مجبور ہو جاتے ہیں وجہ بے وجہ لبوں پر پھول کھلنے لگتے ہیں۔ مگر اندر دور تک ایک پر وحشت موسم رکا تھما ہو تو ہر شے بہت مشکل ہو جاتی ہے حال مشکل میں ہو تو زبردستی لبوں کو پھیلانا خاصا دشوار لگتا ہے۔ اندر تک ایک گہری اداسی کا پہرہ ہو تو ہنسنا بے طرح مشکل لگتا ہے۔ مگر وہ سارے کام با آسانی کر رہی تھی۔ سارے وسوسوں کو ایک جانب رکھ کر، سارے خدشوں کو پس پشت ڈال کر، ساری منفی سوچوں کو جھٹکتے ہوئے وہ ہر کام معمول کے مطابق کیے جا رہی تھی۔ مطمئن نہیں تھی مگر مطمئن ظاہر کر رہی تھی خود کو۔ متواتر خوفزدہ تھی۔ مگر خود کو پر اعتماد ظاہر کر رہی تھی۔

اندر خدشے سر ابھار رہے تھے۔ مگر وہ مسکرا مسکرا

کر تمام باتوں کو جھٹلائے جا رہی تھی۔ کتنے دن سے دوسری جانب سے پھر وہی چپ تھی۔ وہ صبح شام روز اپنا میل باکس چیک کرتی تھی شاید کوئی نامہ بر شاید کوئی پیام۔ مگر کہیں کچھ نہیں تھا۔ اس نے خود کو دلاسہ دیا تھا کہ ہاں یاد تو تھی میں اسے' تبھی تو برتھ ڈے پر اتنا کچھ بھیج دیا اور وہ ہر ہر صورت نکالتی تھی خود کو مطمئن کرنے کی بھگ۔

اس روز وہ یونیورسٹی سے واپس آکر سو رہی تھی جب اس کی دوست نوریا کا فون آگیا۔ اس کے انداز اس کا لہجہ بے حد بکھرا بکھرا سا تھا۔ وہ یکدم ہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی۔

"نوریا کیا ہوا' تم ٹھیک تو ہو۔ تم آج یونیورسٹی بھی نہیں آئیں اور اب پلیز میرا امتحان مت لو' بتاؤ تو ہوا کیا ہے۔" وہ اس کے بے آواز رونے پر یکدم ہی پریشان ہوا تھی۔

"عما تم آسکتی ہو میری طرف' بس تم آجاؤ۔"

"او کے میں آرہی ہوں" وہ فوراً ہی فون رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"ماما میں نوریا کی طرف جا رہی ہوں۔" اس نے اطلاع دی تھی۔

"خیریت اس وقت؟" ماما نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے دریافت کیا تھا۔ وہ سر زور زور سے اثبات میں ہلانے لگی تھی۔

"ہاں بس تھوڑی دیر میں آجاؤں گی۔"

"مگر جاؤ گی کیسے تمہاری گاڑی تو ورکشاپ میں ہے۔" ماما نے اسے بروقت یاد دلایا تھا۔

"اوہ!" اس نے یکدم ایک گہری سانس خارج کی تھی۔ تبھی سامنے سے فانی آتا ہوا نظر آگیا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھی تھی۔

"فانی ایک ضروری کام ہے میرے ساتھ چلو۔" اس کا ہاتھ تھام کر وہ بہت عجلت میں بولی تھی۔

"خیریت۔!"

"ہاں تم چلو تو۔ راستے میں بتاتی ہوں۔" اور وہاں پہنچ کر اس کی ساری ہمتیں جیسے جواب دے گئی تھیں۔

وہ انجائنا پین کے باعث تڑپ رہی تھی۔ ان دونوں نے اسے بروقت ہاسپٹل پہنچایا تھا۔ ٹریٹمنٹ کے باعث اس کی حالت سنبھل رہی تھی۔ تبھی فانی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر لے آیا تھا۔

"اس کا یہاں کوئی نہیں کیا۔"

"نہیں۔" عما نے ایک گہری سانس خارج کی تھی۔

"ایکچوئلی شی از ابی لونگ ٹو بروکن فیملی' اس کی مدر تو اسٹیٹس میں ہیں اور فادر لاہور میں۔ یہ یہاں بطور پے انگ گیسٹ کے رہ رہی تھی۔ تبھی اس نے مجھے کال کیا۔ فانی اس کو میری مدد کی ضرورت ہے' شی نیڈ آف ہیلپ میں اسے تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔"

"تم رکنا چاہتی ہو؟" فانی نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اگر ضرورت ہوئی تو ضرور۔" اس کا لہجہ دھیما تھا۔ آنکھوں میں بہت سی اداسیاں اور الجھنیں غالب آنے لگی تھیں۔ وہ ہونٹ بھینچ کر فانی پر سے نگاہ ہٹا گئی تھی۔

"فانی وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ مجھے نہیں معلوم اس کے ساتھ ایسا کیوں ہوا۔ پرسوں جب ہماری ملاقات ہوئی تھی تو وہ بہت بکھری بکھری سی تھی۔" بہت مدھم انداز میں کہہ کر وہ بہت سا ضبط اکٹھا کرنے لگی تھی۔ بہت سی ہمتوں کو اکٹھا کرنے لگی تھی۔

"فانی ایک مرد سے ایک لڑکی فقط محبت چاہتی ہے۔ یا پھر پروٹیکشن مجھے کبھی سمجھ نہیں آیا کہ اس کے باوجود وہ اپنا دامن کیوں چھڑانا چاہتا ہے اور نئی منزلوں اور راستوں کی سمت سفر کرنا چاہتا ہے۔ اسے بہت سے نئے جہاں ڈس کور کرنے کا اس قدر شوق کیوں ہوتا ہے۔ سبھی نہیں' مگر فانی یقین کرو بہت سے مرد ایسے ہیں جو ایسا کرتے ہیں۔" اس کی آنکھوں میں رکا بہت سا دھواں اور اضطراب صاف ظاہر کر رہا تھا کہ وہ کس قدر مضمحل ہے۔ فانی بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

"فانی میں اس لڑکی سے ایک عرصے سے واقف ہوں' اگر کوئی اجنبی لڑکی ہوتی تو شاید میں بھی بہت سے لوگوں کی طرح اس واقعے کو سرسری لیتی یا پھر اس کی بابت فقط ہونٹ سکیڑ کر افسوس کرنے کے کچھ زیادہ نہیں کرتی' لیکن یہ میری دوست ہے' میں خود کو اس کے دکھ سے علیحدہ رکھ کر نہیں دیکھ سکتی۔ تم جانتے ہو اس کا قصور کیا ہے۔ اس نے ایک شخص پر فقط اعتبار کیا تھا اندھا اعتبار۔

یہ چاہتی تھی اس کی زندگی میں آنے والا شخص نا صرف اسے پروٹیکٹ کرے بلکہ اسے اپنا سارا پیار بھی دے' دیکھا جائے تو یہ شرط کچھ اتنی کڑی بھی نہیں۔ مگر وہ شخص اعتبار دلانے کے بعد خود ایسا نہیں کر سکا۔ تم جانتے ہو فانی دکھ کب ہوتا ہے۔ تب نہیں جب کچھ نہ ہو' بلکہ تب جب سب کچھ ہو کر ختم ہو جائے' مٹ جائے فنا ہو جائے۔ اس نہ ہونے کا احساس اور کچھ باقی نہ بچنے کا دکھ بہت ستاتا ہے۔ بہت' بہت زیادہ رلاتا ہے۔"

بہت مدھم تھا اس کا لہجہ' آواز دور جیسے کسی کنویں سے آرہی تھی۔ فانی اس کے سامنے کھڑا چپ چاپ اسے دیکھ رہا تھا۔

"فانی تم جانتے ہو محبت اعتبار کا دوسرا نام ہے۔ جب اعتبار ٹوٹ جائے تو محبت بھی اپنے آپ ٹوٹ جاتی ہے۔ اس کا کوئی احساس بھی باقی نہیں رہتا۔ مگر یہ ٹوٹنے کا لمحہ جان لیوا ہوتا ہے۔ روح سے جاں جدا ہوتی ہے اس ایک لمحے میں' اس لڑکی کا قصور صرف یہ ہے کہ اس نے اعتبار کیا۔ اس شخص پر جس نے اسے اپنی چاہت کا یقین دلایا اور بالآخر ایک دن خود اس یقین کو کسی اور کا ہاتھ تھام کر توڑ دیا' بنا اس عہد گزشتہ کی پروا کیے۔ اس گزشتہ تعلق کو اہم جانے۔

فانی کیا واقعی یہ سب کچھ اس قدر آسان ہے ہاتھ چھڑا لینا اور راہ بدل لینا اور اس سے بھی بڑھ کر کسی نئے جہاں کی جانب گامزن ہو جانا۔"

یہ مرد ہمیشہ بہتر سے بہتر کی تلاش میں کیوں رہتے ہیں۔ اکتفا کرنے کی عادت ان میں ناپید کیوں ہوتی ہے۔

کیوں نہیں سمجھتے یہ کہ کسی کا مان اعتبار توڑ دینا ان کے لیے جس قدر آسان ہے' کسی دوسرے فریق کے لیے اس کا احساس کس قدر جان لیوا ہے لوے۔" اس کا لہجہ بہت بکھرنے لگا تھا۔ جب فانی نے اس کے ہاتھ کو بہت ہولے سے تھام کر اس کے شانے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا اور ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے ہونٹ بھینچ کر اسے دیکھتے ہوئے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کا حوصلہ بڑھانا چاہا تھا۔

اسی تبھی نرس نے آکر اسے نوریا کے پاس جانے کو کہا تھا اور تب وہ تیزی سے اس جانب بڑھ گئی تھی۔

وہ رات اس نے اس کے ساتھ ہاسپٹل میں گزاری تھی فانی واپس لوٹ گیا تھا۔ اگرچہ فانی نے اسے کہا تھا کہ وہ گھر چلی جائے وہ وہاں رکتا ہے۔ مگر اس نے منع کر دیا تھا۔ اس کی کیفیت صبح تک خاصی معمول پر آچکی تھی۔ اور وہ خاصا بہتر محسوس کر رہی تھی۔ فانی بھی بطور خاص وہاں پہنچا تھا۔ جب وہ ڈاکٹر سے اس کی کیفیت کے متعلق بات چیت کر رہی تھی۔ ڈاکٹر نے اب اس کی حالت کو بہتر قرار دیتے ہوئے اسے گھر لے جانے کی اجازت دے دی تھی۔ وہ ایک اطمینان بھری سانس خارج کرتی ہوئی واپس پلٹی تھی۔ جب فانی پر نگاہ ٹھہر گئی۔

"کیا ہوا کیسی ہے تمہاری دوست۔؟"

"ڈاکٹر نے اسے بہتر قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ہم اسے اب گھر لے جا سکتے ہیں۔! تم نے ماما پاپا کو مطمئن کر دیا تھا نا۔"

"ہاں مگر وہ لوگ آرہے ہیں۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں' تم گھر فون کر کے منع کر دو۔ ہم گھر ہی جائیں گے اب۔"

"او کے!" فانی نے بلا تردد سر ہلا دیا تھا۔

وہ دونوں اسے گھر لے آئے تھے۔ فانی تو اس کے بعد آفس چلا گیا تھا۔ مگر وہ اس دن یونیورسٹی نہیں گئی تھی۔ نوریا کے پاس بیٹھی۔ اس سے باتیں کرتی رہی تھی۔ اسے جوک سنا سنا کر ہنساتی رہی تھی۔ خود بھی ہنستی رہی تھی۔ مگر اندر کوئی شے اسے تڑپا رہی تھی۔

بہت زور سے قہقہہ لگاتے ہوئے بھی گزشتہ شب کی درد میں ڈوبی ہوئی نویرا کی آواز وہ نظر انداز نہیں کر پا رہی تھی۔

کیا اس کا اور نویرا کا درد واقعی قابل مشترک تھا کیا اس کے ساتھ بھی۔" اور اس سے آگے اس سے سوچا نہیں گیا تھا۔ وہ یکدم ہی سر نفی میں ہلاتی ہوئی ہنستی چلی گئی تھی۔ نویرا نے اس کا ہاتھ مسکراتے ہوئے بہت دھیرے سے تھام لیا تھا۔

"علما تھینک یو ویری مچ تم بہت اچھی ہو' میں تمہاری احسان مند ہوں۔" اس کی آواز اور لہجہ مدھم تھا۔ مشکور سا اور وہ نفی میں سر ہلاتی ہوئی مسکرا دی تھی۔

"کم آن ڈونٹ تھینک اور 'کوئی احسان نہیں ہے یہ دوست ہو تم میری اور فرینڈ شپ میں تھینکس اور سوری کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔" تبھی ماما آ گئی تھیں۔

"تم نے بہت اچھا کیا نویرا کو یہاں لا کر اب یہیں رہنا۔"

"نہیں آنٹی۔۔۔ وہ۔" نویرا نے ہولے سے کچھ کہنے کو لب کھولے۔

"دوسروں کے گھر پے انگ گیسٹ بن کر رہ سکتی ہو۔ ہمارے گھر نہیں اگر ہم علما کے کچھ لگتے ہیں تو تمہارے نہیں' بس اب زیادہ تردد نہیں کچھ نہیں سنوں گی میں اس کے متعلق صبح علما کے پاپا بھی یہی کہہ رہے تھے اور ابا جی بھی۔ اب تم یہیں رہو گی ہم جہاں دو بیٹیوں کو کھلا سکتے ہیں وہاں تین بھی ہم پر بوجھ نہیں ہوں گی۔" کس قدر محبت میں ڈوبا ہوا تھا ماما کا لہجہ علما مسکراتی ہوئی پہلے انہیں اور پھر نویرا کو دیکھنے لگی تھی۔ اس کی آنکھوں میں کتنے بہت سے موتی چمک رہے تھے۔ یقیناً" وہ تشکر کے موتی تھے۔

"ماما بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ میں فانی سے کہوں گی وہ شام میں ہی جا کر تمہارا سامان وہاں سے لے آئے گا۔"

نویرا سر جھکائے ہونٹ کچلنے لگی تھی۔ تبھی ماما نے اسے دیکھتے ہوئے اس کا سر اپنے شانے سے لگا لیا تھا۔

"میرے بچے تم ہمیں علما اور سنبعہ کی طرح عزیز ہو۔" اور نویرا کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ کتنے ہی موتی ٹوٹ کر ماما کے شانے میں جذب ہوتے چلے گئے تھے۔ علما مطمئن سی ایک گہری سانس خارج کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔



تو ھی ویرانی
مکمل ویرانی سے زیادہ ویران ہوتی ہے۔

اگرچہ اپنے اندر ان دنوں ایک ویرانی سی چھا رہی تھی۔ مگر وہ کچھ بھی محسوس کرنا نہیں چاہتی۔ کوئی بھی برا منظر دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ دوسرے معنوں میں وہ خوش گمانی کے وسیع جنگلوں میں "لکن مٹی" کا کھیل کھیلنا چاہتی تھی۔ خود سے چھپنا چاہتی تھی اور خود کو دوسروں سے چھپانا چاہتی تھی۔ شاید وہ بہت بزدل ہو چکی تھی۔ کبھی کبھی خود کو دھوکے دینے کا عمل بھی بہت ضروری ہوتا ہے کسی ممکنہ خطرے کو ٹالنے کے لیے خوش گمانی کی بکل مارنا ضروری ہو ہی جایا کرتا ہے۔

اور وہ بھی دانستہ ایسا چاہتی تھی۔ روزانہ ای میل بھیجنا اور روز ای تواتر سے اپنا میل باکس چیک کرنا۔ مگر کہیں کوئی ری ٹیلی ایشن نہیں تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ لبوں پر مسکراہٹ سجائے سب کے درمیان مسکراتی رہتی تھی' ہنستی رہتی تھی اور ہنساتی رہتی تھی۔ سنبعہ اور اس میں ایج ڈفرنس تھا جس کے باعث اکثر وہ تنہائی محسوس کرتی تھی۔ مگر نویرا ملک کے آجانے سے اسے ایک اچھی کمپنی مل گئی تھی۔ وہ دونوں بیٹھیں گھنٹوں باتیں کرتی رہتیں اور ہنستی رہتیں۔ دادا ابا اور ماما پاپا سمیت صورت حال خاصی اطمینان بخش تھی۔ جبکہ سبکتگین صاحب جانے کیوں بہت جانچتی نظروں سے اسے دیکھتے نظر آتے اور ایسے میں وہ اور بھی زور سے ہنسنے لگتی تھی۔

اس دن بھی جب وہ افشاں' حاذب' سلمان اور فانی کے ساتھ بیٹھی اس طرح ہنس رہی تھی۔ جب وہ عین سامنے آن بیٹھا۔

"جوک کچھ زیادہ ہی نہیں ہنسنے لگے ان دونوں۔" بنا کسی کو مخاطب کیے وہ اسے بغور تکتا ہوا بولا تھا۔ اور وہ اس کی جانب دیکھنے کے بجائے نویرا ملک کی جانب دیکھنے لگی تھی۔ پھر بہت بھرپور انداز میں مسکراتی ہوئی ان سب کی جانب دیکھنے لگی تھی۔

"ایک جوک سنو۔ ایک جنگل میں ۔۔۔ ایک شیر کی شادی ہو رہی تھی۔ شیر چونکہ جنگل کا بادشاہ تھا سو جشن بھی شایان شان منایا جا رہا تھا۔ سبھی جانور بھلے گلے میں پیش پیش تھے۔ مگر ایک چوہا بہت زیادہ جوش و خروش سے بھنگڑا ڈال رہا تھا۔ اسے دیکھ کر باقی سب جانور بہت حیران ہو رہے تھے۔ آخر کار کسی ایک جانور نے ہمت کر کے دریافت کیا۔

"سنو شادی تو شیر کی ہو رہی ہے تم اتنی خوشی سے کیوں ناچ رہے ہو؟"

"ارے یار میرے بھائی کی شادی ہے۔ تبھی تو کہہ رہا ہوں اوئے مینوں نچ لین دیو۔" یہ نعرہ لگا کر وہ پھر جوش و خروش سے بھنگڑا ڈالنے لگا' تب جانور نے حیران ہو کر دریافت کیا۔

"تمہارا بھائی۔ لیکن وہ تو شیر ہے اور تم چوہے۔"

یہ سن کر چوہا بولا۔ "یار پہلے میں بھی شیر ہی تھا۔ مگر شادی کے بعد چوہا ہو گیا۔ ہاہاہا۔" علما کا فلک شگاف قہقہہ فضا میں بلند ہوا تھا اور باقی سب بھی ہنستے چلے گئے تھے۔

"ایک بہت اچھا سا جوک مجھے بھی آتا ہے۔" سبکتگین غزنوی نے اسے دیکھتے ہوئے میدان میں قدم رکھا تھا۔ اس کے لبوں پر رکا تبسم کہہ رہا تھا کہ ضرور کوئی وار ہو گا۔ مگر وہ ایک مسکراتی نگاہ ڈال کر چہرے کا رخ پھیر گئی تھی۔

سبکتگین نے لطیفہ سنا دیا تھا۔ ہال کمرہ قہقہوں سے گونج گیا تھا۔ مگر اب کی بار علما بخاری نہیں مسکرائی تھی۔ چپ چاپ سی اسے دیکھتی رہی تھی اور اس لمحے اس شخص کے لبوں پر وہی ازلی مسکراہٹ تھی۔ جیسے وہ اس کے اندر تلاطم برپا کر کے بے حد مطمئن تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو میں نے تو جوک سنایا ہے فقط۔ تمہیں اخلاقاً" ہی ہنس لینا چاہیے تھا حالانکہ تمہارا سنس آف ہیومر اتنا برا بھی نہیں۔" وہ یقیناً" چھیڑ رہا تھا۔

"جب مجھے ہنسی نہیں آئی تو میں کیوں ہنسوں۔"

"تم نے چوہے کا جوک سنایا تو مجھے بے ساختہ ہی ایک جنگلی کوا یاد آ گیا۔" اس کا قہقہہ بے حد بھرپور تھا۔

"سبکتگین اسٹاپ اٹ یار' میری بہن کو تنگ مت کرو۔" فانی نے بیچ میں آ کر اس کی حمایت کی تھی۔

"میں کہاں تنگ کر رہا ہوں۔ میں نے تو فقط جوک سنایا ہے۔" اس کے لبوں پر بدستور مسکراہٹ تھی۔ نویرا ملک پہلے سے اس کے متعلق جانتی تھی اور اب اتنے دنوں میں کافی حد تک اس کے مزاج کو سمجھ بھی گئی تھی تبھی وہ دلچسپی کے ساتھ صورت حال دیکھ رہی تھی۔

سلمان کو شاید صورت حال کی سنگینی کا احساس تھا تبھی وہ فوراً" ہی بیچ میں کودا تھا۔

"ایک نظم سناتا ہوں۔ بہت اچھی ہے فانی بھائی آپ بھی سنیے۔" اس نے مسکرا کر فانی کو بطور خاص متوجہ کیا تھا جس کی نگاہیں اس لمحے بے وجہ کسی کے چہرے میں الجھی ہوئی تھیں۔ فانی صاحب چوری پکڑے جانے پر جل سے ہو کر مسکرا دیے تھے۔ تبھی سلمان لہجے کو بہت پرفسوں بناتے ہوئے نظم سنانے لگا۔

محبت کے موسم
زمانے کے سب موسموں سے نرالے
بہار و خزاں ان کی سب سے جدا
الگ ان کا سوکھا الگ ہے گھٹا
محبت کے خطے کی آب و ہوا
ماوراء ان کے عناصر سے جو
موسموں کے تغیر کی بنیاد ہیں
یہ زمان و مکان کے کمو بیش سے
ایسے آزاد ہیں
جیسے صبح ازل جیسے شام فنا

شب و روز عالم کے احکام کو
یہ محبت کے موسم نہیں مانتے
زندگی کی مسافت کے انجام کو
یہ محبت کے موسم نہیں مانتے!
رفاقت کی خوشبو سے خالی ہے جو
یہ کوئی ایسا منظر نہیں دیکھتے
وفا کے علاوہ کسی کام کو
یہ محبت کے موسم نہیں مانتے!

تبھی عین موقع پر سبکتگین صاحب نے لقمہ دینا ضروری خیال کیا تھا۔

کوئی وہ آنکھوں سے اندھا ہو
یا اک آنکھ سے کانا ہو
یہ محبت کے موسم نہیں مانتے
کوئی سفید کبوتر ہو یا پھر جنگلی کوا ہو
یہ محبت کے موسم نہیں مانتے!

سبھی بے ساختہ ہنستے چلے گئے تھے۔

"سبکتگین ڈونٹ بی اسٹوپڈ سلمان نے اچھی خاصی نظم سنائی ہے۔" نورا نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ ساتھ ہی اس کے پھولے ہوئے منہ پر نظر کی تھی۔ وہ قدرے اجنبی ہو کر دوسری جانب دیکھنے لگی تھی۔ انداز بتا رہا تھا خفگی سر اٹھا چکی ہے، مگر سبکتگین صاحب کے لبوں کا تبسم بتا رہا تھا کہ اسے کسی کی خفگی کی مطلق کوئی پروا نہیں۔

"حالانکہ میں نے خاصی حقیقت پر مبنی شاعری سنائی تھی۔ مجھے تو امید تھی مجھے داد ملے گی۔ مگر لوگ تو" وہ زیر لب مسکراتے ہوئے علابخاری کی جانب دیکھ رہا تھا۔ فائی نے اس کے گرد اپنا بازو حائل کیا تھا۔

"میری بہن بہت اچھی ہے۔ کچھ ہی عرصے کی تو مہمان ہے۔ سبکتگین اب تم اسے مت ستایا کرو۔"

"یار فائی میں کہاں ستاتا ہوں۔ پوچھ لو ہم کتنے اچھے دوست ہیں۔" سبکتگین نے مسکراتے ہوئے اس پر نگاہ کی تھی۔

"تمہیں کس نے کہا تھا اتنی حقیقت پر مبنی شاعری پڑھنے کو۔" نورا نے اسے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔ جب وہ یکدم ہی مسکرا دیا تھا۔

"نورا ملک تم نا صرف دنیا کی حسین ترین لڑکی ہو بلکہ ذہین و فطین بھی ہو۔" علابخاری پر بغور نگاہ جمائے ہوئے وہ گویا ہوا تھا۔ "پہلے میں فقط یہی سوچتا تھا کہ حسین چہرے عقل سے خالی ہوتے ہیں اور ان کے دماغ میں ماسوائے بھوسے کے اور کچھ نہیں ہوتا مگر تم وہ واحد لڑکی ہو جس نے مجھے اپنی رائے بدلنے پر مجبور کر دیا یو آر ریئلی انٹیلیجنٹ گرل!" وہ جلتی پر تیل چھڑک رہا تھا۔ لبوں کا تبسم اور بھی گہرا ہو چلا تھا۔

"تم لوگوں کی نگاہ حسین خدوخال سے آگے بڑھے تو کچھ دیکھو بھی فقط حسین چہرہ دیکھ کر ہی سدھ بدھ گنوا بیٹھتے ہو ہوش قائم رکھ سکو تو عقل و خرد بھی ناپو نا!" علابخاری نے ایک گہرا طنز کیا تھا مگر وہ ہنستا چلا گیا تھا۔

"یار میرا خیال ہے یہاں کا ٹمپریچر خطرناک حد تک بڑھ چکا ہے سو ایک چکر اسنو پی کا لگا لیا جائے۔" جاذب نے عین موقع پر بطور مشورہ دیا۔

"ویری گڈ چلو اٹھو فوراً سب۔" سلمان نے مہر ثبت کی تھی۔ سب اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ مگر وہ یونہی سر جھکائے سوچوں میں الجھی بیٹھی رہی تھی۔ سبکتگین نے اسے دیکھا تھا پھر جھک کر گھٹنے ٹیک کر اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

"سنو علابخاری کیا تم اس بات کی منتظر ہو کہ تمہیں کوئی اٹھا کر لے جائے!؟"

"ہوں۔ ہاں۔" وہ بے طرح چونکی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگا تھا۔

"کیا واقعی اٹھا لوں۔" لبوں کا تبسم بہت گہرا تھا۔ مگر وہ اسے یکدم ہی دونوں ہاتھوں سے دھکا دے کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ دیکھ رہا تھا گہری نظروں سے۔

شدت عشق خیر ہو تیری!
کیسے عالم میں لا کر چھوڑ دیا

کتنا مدھر لہجہ تھا اس کا علابخاری کے لبوں پہ مسکراہٹ آ چکی تھی اور یہی اطمینان اس کے لیے کافی تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

اس طرح گزریں گے کیسے زندگی کے روز و شب
تم سے ملنا کچھ نہ کہنا اور شب بھر سوچنا

زندگی میں کبھی کبھی کچھ ہونے اور نہ ہونے کی اصطلاح کس قدر تضاد رکھتی ہے۔ کبھی کبھی سب کچھ ہوتا ہے پاس شاید بہت کچھ، سب کچھ۔ مگر ایسے میں فقط ایک شے کی نہ ہونے کی علامت کس قدر ٹھوس اور حتمی لگتی ہے۔

سب کچھ ہونے کے باوجود کوئی ایک خواہش دل کی چوکھٹ پر سر پٹختی رہتی ہے۔ بے بسی سے کرلاتی رہتی ہے۔

"سب کچھ ہونا اور کچھ نہ ہونا۔" شاید اسی ایک لمحے کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ درد مسلسل ہر تسکین پر حاوی ہونے لگتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ساری خوشیوں پہ یہ "ایک نہ ہونا" اس طرح حاوی ہوتا ہے کہ پھر سب کچھ ہونا بھی بے معنی ہو جاتا ہے۔

سبکتگین غزنوی کتنی ہی دیر تک گاڑی سڑکوں پہ دوڑاتا رہا تھا۔

وہ گاڑی پورچ میں کھڑی کر رہا تھا جب وہ نظر آئی۔ اسے دیکھ کر وہ رک گیا وہ بھی اس کی جانب چلی آئی۔

"کہاں تھے تم۔؟" پہلی فرصت میں سوال کیا گیا تھا۔ وہ خاموشی سے دیکھتے ہوئے چہرے کا رخ پھیر گیا تھا۔

"تم اب تک جاگ رہی ہو۔؟" بہت مدھم لہجے میں سوال کیا گیا تھا۔ مگر وہ خاموشی سے سر جھکا گئی تھی۔ صبیح چہرے پر یہاں سے وہاں تک بہت سے جل بجھے تھے۔ سبکتگین غزنوی دیکھتا گیا تھا۔ پھر ہولے سے مسکرا دیا۔

"میرا انتظار کر رہی تھیں کیا۔؟" وہ شاید اس کا دھیان بٹانا چاہتا تھا۔ علا نے نازک سے ہاتھ کا مکا بنا کر اس کے چوڑے شانے پر دے مارا تھا۔ لمحہ بھر میں اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل چکی تھی۔

"ہاں اب ایک ہی تو کام رہ گیا ہے میرے پاس۔" باقاعدہ گھورتے ہوئے طنز بھی فرمایا گیا تھا۔ وہ بغور تکتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"کر لو تو کوئی حرج بھی نہیں۔"

"ڈھونڈو گے گر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم۔"

علا دھیمے سے مسکرا دی تھی۔

"منہ دھو رکھو۔"

سبکتگین غزنوی مسکرا دیا تھا۔ نظریں متواتر اس کے چہرے پہ ٹکی رہی تھیں۔ وہ سر جھکائے کھڑی اس گھڑی بہت مضطرب نظر آ رہی تھی۔ کوئی اور موقع ہوتا تو وہ اسے چھیڑنے سے باز نہیں رہتا مگر اس گھڑی وہ فقط خاموشی سے اسے تکتا رہا تھا۔ یقیناً وہ صورت حال سمجھ سکتا تھا اور اس گھڑی جو وہ اخذ کر رہا تھا وہ ہی درست بھی تھا۔

"پریشان ہو؟" بہت ہولے سے اس نے دریافت کیا تھا۔

"نن۔ نہیں۔" وہ چونکتے ہوئے سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"پھر۔؟" سبکتگین بغور اس کے چہرے کو تکنے لگا تھا۔

وہ سر جھکائے مضطرب انداز میں ہونٹ کچلتی رہی تھی پھر جھنجلا کر سر اٹھایا تھا۔ اور اسے دیکھنے لگی تھی۔

"سبکتگین مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔"

"کیوں۔؟" وہ حیران نہیں ہوا تھا۔ اور تب وہ سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"پتہ نہیں۔ مگر ان دنوں مجھے واقعی بہت ڈر لگ رہا ہے۔ پتہ نہیں کس بات کے کھونے کا احساس مجھے ڈرائے جا رہا ہے اور۔" وہ بولے جا رہی تھی جب سبکتگین نے یکدم اسے روک دیا۔

"تمہارا رضا۔؟" وہ وجہ سے ناواقف نہیں تھا۔ شاید چاہتا تھا کہ وہ خود بیان کرے خود اس احساس کو سمجھے مگر جب وہ الجھتی ہوئی مسلسل خود کو سمجھا نہیں پائی تبھی اس نے بہت ہولے سے اصل سبب علابخاری کے

سامنے رکھ دیا تھا اور وہ کتنی ہی دیر تک بنا کچھ کہے چپ چاپ اسے دیکھتی رہی تھی۔ پھر یکدم ہی گہری سانس خارج کرتے ہوئے جانے کو پلٹی تھی۔

جب سبکتگین غزنوی نے کوئی حق محفوظ نہ رکھتے ہوئے بھی اس کے نازک سے ہاتھ کو اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا تھا۔ وہ پلٹی تھی اور اسے حیرت سے تکنے لگی تھی۔

سبکتگین غزنوی کچھ دیر تک یونہی چپ چاپ اسے تکتا رہا تھا۔ پھر ہولے سے بولا تھا۔

"کیا تم مجھ پر اب اتنا اعتبار بھی نہیں کرتی ہو کہ مجھ سے اپنے دکھ سکھ بانٹ سکو۔" کتنا مدھم لہجہ تھا۔ مگر کیا کیا شکوے پنہاں نہ تھے اس لہجے میں! علما بخاری چہرے کا رخ پھیر گئی تھی۔ پھر سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"نہیں ایسی بات نہیں۔"

"پھر۔۔۔؟" وہ سوالیہ نظروں سے تکتا گیا تھا۔

"میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی۔" وہ بہت مدھم لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"اور خود۔۔۔؟" سبکتگین غزنوی نے اس کے چہرے پر سے اپنی نگاہیں ہٹائی نہیں تھیں۔ وہ اس کی جانب دیکھنے لگی تھی۔ پھر سر جھکا گئی تھی۔

"سبکتگین میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔" وہ بے بسی سے کہتی ہوئی اس گھڑی بہت مضمحل سی دکھائی دی تھی اور اس لہجے میں سبکتگین غزنوی کا سارا اندر اس جھلکتے لہجے کی نمی سی بھیگتا گیا تھا۔ وہ بہت مدھم لہجے میں بول رہی تھی۔

"کبھی کبھی بہت سی چیزیں ہم بانٹ نہیں بھی پاتے سبکتگین۔۔۔ ایسا اس لیے نہیں ہوتا کہ ہمیں کسی پر اعتبار نہیں ہوتا بلکہ اس لیے بھی ہوتا ہے کہ ہم کسی اپنے کو اس تمام جھنجھٹ سے پریشانی سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ تم سو جاؤ۔ پھر بات کریں گے گڈ نائٹ!"

وہ کہہ کر پلٹی تھی اور پھر چلتی ہوئی اس سے دور ہوتی چلی گئی تھی اور اس کے گرد لفظ بھٹکنے لگے تھے۔

سبکتگین غزنوی کتنی ہی دیر وہاں کھڑا اس جانب دیکھتا رہا تھا۔ جہاں اب وہ کہیں بھی نہیں تھی۔ مگر جانے کیوں اس شخص کی آنکھیں اب بھی انہی راستوں پر الجھی ہوئی تھیں۔

♥ ♡ ♡ ♥

زندگی
دھوپ تن چھیا
اجلے پروں کا لباس
پاؤں جوتوں سے بے نیاز
آنکھوں میں بھوری نیلی آس
زبان پر سمندر کی پیاس!

سب کچھ معمول پر تھا۔ سبھی کچھ حتی کہ اس نے بھی خود کو ایک بار پھر مطمئن کر کے اسی راہ پر ڈال دیا تھا۔ اور ایک بار پھر اسی ذوق و شوق کے ساتھ اپنے شام کے نام ڈھیروں چٹھیاں لکھنے لگی تھی۔

سبکتگین نے اسے فقط خاموشی سے دیکھا تھا۔ کہا کچھ نہیں تھا۔ پتہ نہیں کیوں آج کل اس نے اسے تنگ کرنا بہت کم کر دیا تھا۔ سامنا بھی بہت کم ہوتا اکثر سامنا ہوتا بھی تو بات چند رسمی جملوں سے آگے نہ بڑھتی۔ پتہ نہیں کہاں بزی رہتا تھا وہ ان دنوں۔

علما بخاری نے سوچا تھا کہ وہ اس سے ملے گی تو ضرور اس کی بابت دریافت کرے گی۔ مگر وہ خود میں اس قدر مگن رہتی تھی کہ اکثر اس بابت بھول جاتی تھی۔ وہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی تھی جب ماما کی آواز اس کے کان میں پڑی تھی وہ اس سے اسی بابت دریافت کر رہی تھیں۔

"سبکتگین کہاں ہوتے ہو آج کل نظر ہی نہیں آتے۔۔۔؟"

"آنٹی مصروفیات بڑھ گئی ہیں کوشش کرتا ہوں وقت نکال پاؤں مگر وقت ہی نہیں ملتا۔" وہ یقیناً "جواز" پیش کرتے ہوئے قصداً مسکرا رہا تھا۔

"تم ان دنوں واقعی بہت تیز رفتاری سے بھاگ رہے ہو۔" نوریز الملک بھی وہیں موجود تھی۔

"دیکھو کس سے بھاگ رہے ہو زندگی سے یا۔" جانے کیوں نوریز الملک نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا اور سبکتگین غزنوی کا بے ساختہ قہقہہ پورے ماحول پر چھا گیا تھا۔ جانے کیوں۔

علما بخاری کی پوری توجہ اس گھڑی اس جانب مبذول ہو کر رہ گئی تھی۔

"لڑکی میں نے کہا تھا نا تم بہت زیادہ ذہین ہو مگر سنو میں اس سچ سے دفعتاً" نگاہ چرانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ تم خطرناک حد تک ذہین ثابت ہو رہی ہو۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ انداز ایسا رہا تھا وہ غیر سنجیدہ سے۔

"آپ بات بدل کر مجھے دھوکہ دینے کی کوشش مت کریں۔" نوریز الملک جانے بضد تھی۔ کیا جاننے کی مشتاق تھی وہ۔ مسکراتے لہجے میں کیسا تجسس بول رہا تھا۔ علما بخاری کے کی بورڈ پر متحرک نازک ہاتھ یکدم ہی تھم گئے تھے۔

"خوبصورت لڑکیوں کو کون دھوکا دے سکتا ہے۔" سبکتگین صاحب کا جاندار قہقہہ ایک بار پھر ماحول کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔ اور یقیناً "نوریز الملک سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"بہت مضحکہ خیز صورت حال جانتے ہو کب ہوتی ہے، جب انسان خود کو دھوکا دینا شروع کرتا ہے۔" وہ جانے کیا باور کرانا چاہتی تھی اور جواباً" کتنی ہی دیر خاموشی رہی تھی شاید سبکتگین غزنوی کے پاس کوئی جواب نہ تھا یا پھر واقعی وہ لاجواب ہو چکا تھا۔

"چپ کیوں ہو گئے۔" نوریز الملک کی مسکراتی ہوئی محظوظ ہوتی آواز ابھری تھی۔

"جب حسن بولتا ہے تو مقابل کے پاس بولنے کو کچھ نہیں بچتا۔" وہ ہنس رہا تھا۔

"حسن کے تخاطب کے آگے بڑے بڑے بے بس نظر آتے ہیں ہم تو پھر۔" سبکتگین کھلکھلا رہا تھا وہ حرکت سی بیٹھی ہاتھ روکے مونیٹر اسکرین کو دیکھے جا رہی تھی۔ جب اس کا ذکر ہوا۔

"وہ پگلی کہاں ہے؟" سبکتگین کا لہجہ بہت مدھم تھا۔

"کون۔۔۔؟" نوریز الملک چونکی تھی۔ پھر یکدم ہنس دی۔ "اچھا علما، وہ بزی ہے۔ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی ہے۔"

اور تب دوسری جانب چند لمحے کو خاموشی چھائی رہی تھی۔ پھر وہ گہری سانس خارج کرتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

"وہی پاگل پن۔"

"یہ پاگل پن نہیں ہے۔" نوریز الملک نے اس کی حمایتی بن کر فوراً" اسے روکا۔

"تو۔۔۔" وہ یقیناً" دھیمے سے مسکرا رہا تھا اس گھڑی۔

"محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔" نوریز الملک کا جواب مختصر مگر ٹھوس تھا۔ سبکتگین غزنوی کتنی ہی دیر چپ رہا تھا۔ تبھی نوریز الملک گویا ہوئی تھی۔

زحال مسکین مکن تغافل، دورائے نیناں بنائے بتیاں!
کہ تاب ہجراں نہ دارم اے جاں، نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں
چو شمع سوزاں چو ذرہ حیراں ز مہر آں مہ بگشتم آخر
نہ نیند نیناں نہ انگ چیناں نہ آپ آویں نہ بھیجیں پتیاں

"وہ پاگل نہیں ہے سبکتگین، محبت پاگل ہے عشق پاگل ہے خردمندی کا سکہ یہاں نہیں چلتا۔

ہوش مندی کا سبق اس میں کام نہیں آتا جو فہم و فراست کی باتیں کرتے ہیں۔ وہ دانا محبت نہیں کرتے۔

محبت ایسے ہی جنوں کا نام ہے۔ کوئی کچھ بھی کہتا رہے۔ کچھ بھی کرتا رہے۔ چاروں طرف سے کان بند کر لینا۔ دیکھتے ہوئے آنکھیں زور سے میچ لینا۔ فقط دل کی انگلی تھامنا اور چلتے جانا اسی کا نام چاہت ہے۔

اسی کو پیار کہتے ہیں۔ ہر ہر زاویے کو مثبت رخ پر موڑ دینا۔ کسی کی کوتاہی کو دیکھ کر ڈھانپ دینا اور مسلسل خوش گمان رہنا محبت ہے۔ تم اسے مت ستایا کرو، مت سمجھایا کرو، وہ غلط نہیں ہے وہ غلط ہو بھی نہیں سکتی۔"

کیونکہ وہ محبت کے سنگ چل رہی ہے۔ محبت اس کی ہمسفر ہے۔"

علما ہولے سے اٹھی تھی اور چلتے چلتے دروازے میں آن رکی تھی۔ تبھی عین اسی لمحے سبکتگین کی نگاہ اس پر پڑی تھی۔ وہ خوشدلی سے مسکرا رہا تھا۔

"کہاں کس دیس میں خیمے لگا رکھے ہیں ان

دنوں۔" وہ اس کے سامنے جاری تھی۔ وہ مسکراتا ہوا اس کی سمت دیکھتا رہا تھا۔

"تم سے پوچھ رہی ہوں سبکتگین' کہاں غائب ہو تم' اتنے دنوں سے۔؟" وہ اس کے جواب نہ دینے پر ایک بار پھر بولی تھی اور وہ ہنس دیا تھا۔

"یار میں نے تو سوچا تھا تم خاصے سکون میں ہو گی۔"

"سبکتگین تم تو بس۔" وہ مزید کچھ نہ کہہ سکی تھی۔ وہ اس کی سمت بغور تکتا رہا تھا۔ پھر اس کا لہجہ سرگوشی کی مانند ابھرا تھا۔

شدت عشق خیر ہو تیری ۔۔!
کیسے عالم میں لا کر چھوڑ دیا!

وہ دھیمے سے مسکرایا تھا۔ وہ گھورنے لگی تھی۔ نوریا ملک ان دونوں کو دیکھتی ہوئی اس گھڑی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں چائے لے کر آتی ہوں تم دونوں کے لیے۔"

"نہیں میں چلوں گا اب' ایک ضروری کام سے جانا ہے۔" سبکتگین غزنوی نے یکدم ہی نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے منع کر دیا تھا اور فوراً" ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ علما اسے خاموشی سے بس تکتی رہی تھی۔ وہ متواتر مسکرا رہا تھا۔

"پھر ملیں گے او کے۔" وہ کہتا ہوا اس سے نکل گیا تھا اور وہ نوریا ملک کی جانب دیکھتی ہوئی یکدم ہی واپس اندر پلٹ گئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

اسے گرد سے سخت نفرت ہے
وہ ہر وقت اپنے کمرے کی کھڑکیوں
اور بک شیلف پر پڑی کتابوں کی گرد
جھاڑتی رہتی ہے
لب [illegible] ہے کہ
اس [illegible]
گرد کی تہہ جم چکی ہے!

وہ نوریا ملک کے ساتھ کتنی ہی دیر تک متواتر چلتی رہی تھی۔ نوریا ملک کو میلوں چلنے کا نہ تو کوئی شوق تھا نہ ہی خبط مگر وہ فقط علما بخاری کے کہنے پر اس کے ساتھ آ گئی تھی۔ مگر اب اس کی مسلسل خاموشی پر جانے کیوں اسے کوفت سی ہونے لگی تھی۔ "علما میں تھک گئی ہوں۔" وہ بادل نخواستہ بولی تھی اور وہ چونکتے ہوئے مسکرا دی تھی۔

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا واپس چلیں۔؟"

"نہیں تم چاہو تو میں مزید سزا بھگتنے کو تیار ہوں۔" نوریا ملک مسکرائی تھی اور وہ یکدم ہی ہنسنے لگی تھی۔

"کیا میں تمہارے لیے سزا ہوں۔!" نوریا ملک نے اسے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔ پھر بولی تھی۔

"یہی سوال اگر تم نے سبکتگین سے کیا ہوتا تو اس کا جواب یقیناً" بہت شگفتہ ہوتا۔ جانتی ہو وہ کیا کہتا۔

"اگر تم سزا ہو تو بہت دلفریب و دلربا ہو۔" کہہ کر نوریا ملک ہنستی چلی گئی تھی۔ اس کے لبوں پر خفیف سا تبسم پھیلا تھا پھر وہ ہونٹ بھینچ کر سامنے پھیلے طویل راستے کی سمت تکنے لگی تھی۔

"یہ راستے کتنے عجیب ہوتے ہیں۔ جانے کب' کہاں' کس موڑ پر جا تھمیں' ختم ہو جائیں' خبر بھی نہیں ہوتی۔" علما بخاری کی آواز بہت مدھم تھی' کھوئی کھوئی سی نوریا ملک اسے دیکھتی رہی تھی۔

"جانے کیوں ہم ہمیشہ راستوں کے تابع رہتے ہیں۔ بہت سے پھیلے ہوئے راستے انجان اجنبی۔۔ اور شوق تمنا' اس قدر کہ قدم ان پر اٹھتے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ کہیں نشان منزل نہیں ہوتا۔ مگر ایک خوش گمانی ہمیں سدا گھیرے رکھتی ہے۔ قدموں سے لپٹی رہتی ہے اور قدم رکتے ہی نہیں۔"

اور حد تو یہ ہے کہ ہم اس معاملے میں کوئی قیاس آرائی بھی نہیں کرتے۔ کوئی پلاننگ نہیں تیار کرتے۔ جیسے ہر شے مفلوج ہو جاتی ہے۔

فہم' عقل' ذہن' فراست' سب دھرا رہ جاتا ہے اور قدم ان راستوں پر پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ ہمیں یہ شوق سفر اس طرح اکساتا ہے کہ پھر کچھ سوجھتا ہی نہیں۔

ایسا کیوں ہوتا ہے نوریا۔۔؟"

اس کی نظریں جو ں کی توں راستوں پر تھمیں اور نوریا ملک اسے دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"علما ڈیئر سفر زندگی کی علامت ہے۔ جمود تو موت ہے۔ یہ راستوں پہ بھاگتے دوڑتے قدم زندگی کا احساس دلاتے ہیں۔ سفر تغیر کی جانب گامزن ہو کر اس جمود کو توڑتا ہے اور۔۔"

"لیکن بے سمت سفر تو رائیگاں ہوتا ہے نا۔؟" علما نے بہت آہستگی سے اس کی بات کاٹی تھی۔ وہ چپ کر کے چند ثانیوں تک اسے تکتی رہی تھی۔ پھر ایک گہری سانس خارج کی تھی۔

"اس سفر میں رائیگانی کو نہیں ناپا جاتا سود و زیاں کے چکر میں پڑنے والے اس جانب گامزن ہی نہیں ہوتے۔ اپنے محور پر جمے کھڑے رہتے ہیں اور۔۔"

"مگر نوریا ملک یہ سلسلہ تو بے حد جاں گسل ہے اگر کوئی خول چڑھائے خود کو بہادر پوز کرے۔ مگر وہ اس سود و زیاں کے احساس کو جھیلتا تو ضرور ہے۔ اس سفر رائیگاں کے عذاب سے اس کا واسطہ تو ضرور پڑتا ہے۔ لاکھ انکاری ہوتے رہیں مگر ایک قیامت تو گزرتی ہی ہے جاں و دل پر۔

اک درد مسلسل پہلو میں اٹھتا تو رہتا ہے۔ روح سے دل تک دل سے جاں تک رکتا تو نہیں کچھ بھی تو نہیں تھمتا۔" علما بخاری کی نظریں اس گھڑی نوریا ملک کی جانب نہیں تھیں۔ مگر وہ پھر بھی بغور اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"علما بخاری تمہیں کس بات کا خوف ستا رہا ہے۔ کہیں تم۔۔" مگر علما نے اسی لمحے فوراً" ہی اس کی بات کاٹ دی تھی۔

"خوف نہیں ہے' یہ حقیقت ہے اور میں نظریں چرا کر اس سے منہ چھپانا چاہتی ہوں' دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھنا چاہتی اور سوچتے ہوئے بھی نظر انداز کرنا چاہتی ہوں مجھے اپنی شکست صاف نظر آ رہی ہے۔ اور مجھے اسے قبول کرنا ہے یہ احساس بہت جاں گسل ہے۔ مجھے ڈر ہار سے نہیں لگ رہا' اس ندامت سے لگ رہا ہے جو مجھے جھیلنا ہو گی ان سب لوگوں کے سامنے جن کے سامنے میں نے بہت پر اعتماد انداز میں اس شخص کے حق میں فیصلہ دیا تھا اور۔۔"

"پاگل ہو تم ضروری تو نہیں ایسا کچھ ہو' خدا نہ کرے کہ ایسا کچھ ہو۔ عامر رضا تمہیں چاہتا ہے۔ اس نے یونہی تو تمہیں ایک بندھن میں نہیں باندھا' ہم جن چیزوں کو عزیز رکھتے ہیں انہیں فوراً" سے پیشتر خود سے منسوب کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے نام کی مہر ثبت کرنا چاہتے ہیں اور وہ ایسا ایک اقدام کر گیا ہے تم بدگمان مت ہو ڈونٹ وری سب ٹھیک ہو جائے گا وہ شخص ضرور لوٹے گا کیونکہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔" نوریا ملک نے اسے یقین دلانا چاہا۔

"محبت تو تم سے فیضان الحق بھی کرتا تھا نوریا ملک پھر کیا ہوا۔"

اور نوریا ملک لب بھینچ کر دوسری جانب دیکھنے لگی تھی۔

"ضروری نہیں ہے۔ تمہارے ساتھ بھی ایسا ہو۔ یہ اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔ میرے ساتھ جو ہوا وہ میرے بخت میں درج تھا۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے تم ناامید ہو جاؤ اور فرسٹریشن کا شکار ہو جاؤ۔"

"میں فرسٹریٹڈ نہیں ہوں نوریا ملک۔" وہ باور کرانے کو بولی تھی۔

"پھر یہ ڈر تمہارے اندر بکل مار کر کیوں بیٹھ گیا ہے۔" نوریا ملک نے اسے دیکھا تھا اور علما بخاری یکدم ہی سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔ پھر ایک گہری سانس خارج کرتی ہوئی بولی تھی۔

"چلو واپس چلیں۔" اور اس کے ساتھ ہی نوریا ملک کو مجبوراً" اس کے ساتھ قدم واپسی کے لیے اٹھانا پڑے تھے۔

♥ ♡ ♡ ♥

انتظار!
طویل لمبے' حد نگاہ تک پھیلے
وسیع راستے۔!
اور ان پر پھیلی جلد چپ۔!

نوریہ ملک منیحہ کے ساتھ بیٹھی کیرم کھیل رہی تھی۔ جبکہ آج بہت دنوں کے بعد وہ دادا ابا کے ساتھ بیٹھی چیس کھیل رہی تھی۔

"نوریہ تم بھی آؤ نا۔" اس نے مسکراتے ہوئے نوریہ کو آفر دی تھی۔

"نہیں بھئی میں اتنا تھکنگ گیم ہرگز نہیں کھیل سکتی۔ گھنٹوں بیٹھے ایک ہی نقطے کو گھورتے رہو اور پھر بھی کہیں نا کہیں پر ہار ہی جاؤ اس سے زیادہ اسٹوپڈ گیم کوئی اور نہیں۔" اس نے وہیں سے بیٹھے بیٹھے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"میں خود حیران ہوں۔ آپی کو جانے کیوں یہ سب بہت انٹرسٹڈ لگتا ہے۔ حالانکہ اس قدر بور ہے سب۔" منیحہ نے بھی مسکراتے ہوئے نوریہ ملک کا ساتھ دیا تھا اور نوریہ ملک یکدم ہی ایک ووٹ ملنے پر ہنسنے لگی تھی۔

"اور کیا مجھے تو تمہاری آپی میں بھی ایک بڈھی روح نظر آتی ہے۔ کم از کم اس عمر میں تو ایسے مشاغل قطعی نہیں ہوتے دیکھنا ابھی ہم کیا کرتے ہیں۔ پہلے ایک گیم ہو جائے اس کے بعد آئسکریم کے لیے چلیں گے۔ ہونے دو بورا اپنی بڈھی آپا کو۔"

علما مسکرا دی تھی۔

"تمہیں کھیلنا نہیں آتا نا۔ اس لیے۔" اس کا انداز تاسف سے پر تھا۔ مگر نوریہ مسکرا دی تھی اور ساتھ ہی دونوں ہاتھ کہنیوں تک جوڑ کر اس کے سامنے کر دیے تھے۔

"جناب ہم باز آئے ایسی تفریح سے ہم تو چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ہی خوش ہو لینے والے لوگ ہیں۔ کیوں منیحہ!"

"آئی ایم ایگری نوریہ آپی!" منیحہ مسکرائی تھی اور وہ منیحہ کی طوطا چشمی پر اسے مصنوعی خفگی سے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"لائف از ناٹ لائک اے چیس بورڈ۔ پھر کیوں خواہ مخواہ ان مہروں سے الجھتے ہوئے ہم وقت ضائع کریں۔ زندگی کا مزہ تو آئس کریم کی بائٹ میں ہے یا پھر چٹپٹے مسالے دار چاٹ میں۔ خدا قسم اگر تمہاری جگہ میں ہوں تو اس چیس بورڈ پر بجائے مہروں کو گھنٹوں دیکھتے رہنے کے ایک فٹ ہاتھ کے کنارے پر رکے پانی پوری کے ٹھیلے پر رک کر پانی پوری کھانے کو ترجیح دوں اور کہوں ہاؤ سوئٹ از لائف۔"

نوریہ ملک کا لہجہ اس قدر مزے دار تھا کہ وہ یکدم ہی ہنسنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

"دادا ابا سن رہے ہیں آپ انہیں۔"

"بچے یہ آپ جیسے ذہین نہیں ہیں نا۔ اس گیم کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ کوئی بچوں کا کھیل تھوڑا ہی ہے یہ۔" دادا ابا نے مسکراتے ہوئے بھرپور انداز میں اس کا ساتھ دیا تھا اور وہ مسکرا دی تھی۔

"واہ دادا ابا کیا خوب صورت بات کہی ہے اور اسی خوب صورت بات پر ایک اچھی خبر اور سنیے۔ آپ کی ملکہ ہمارے زیر آ چکی ہے۔"

"ارے یہ کیسے ہوا۔۔؟" دادا ابا مسکراتے ہوئے حیران ہوئے۔

"جیسے ہمیشہ ہوتا ہے۔" اس کی جگہ جواب سبکتگین غزنوی نے دیا تھا اور وہ سر اٹھا کر حیرت سے اس کی جانب تکنے لگی تھی۔ وہ مسکراتا ہوا قدم اٹھاتا آگے بڑھ آیا تھا۔

"دادا جی عجب معصوم ہیں آپ ہمیشہ ہار جاتے ہیں۔"

"دادا ابا معصوم نہیں ہیں، میں ذہین ہوں۔" وہ اترائی تھی۔ وہ مسکرا دیا جبکہ دادا ابا ہنس دیے تھے۔ پھر اس کا شانہ تھپکتے ہوئے بولے تھے۔

"میرا بچہ واقعی بہت ذہین ہے۔" اور وہ بہت تفاخر کے ساتھ اس گھڑی لبوں پر تبسم سجائے سبکتگین غزنوی کو دیکھنے لگی تھی۔ وہ بھی بغور اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"واہ دادا جی آپ کا بھی جواب نہیں فقط کسی کو ذہین ثابت کرنے کو آپ ہر بار ہار اپنے نام کر لیتے ہیں۔" اس لمحے وہ ہمیشہ والی بحث ایک بار پھر سے دہرانے والے اور جوش و خروش سے کر رہا تھا۔

علما بخاری اس لمحے کچھ نہیں بولی تھی بس چپ چاپ مسکراتی ہوئی اسے دیکھتی رہی تھی۔

"دادا جی آپ دوبارہ گیم اسٹارٹ کیجیے میں دیکھتا ہوں یہ کتنی ذہین ہے۔" وہ ایک چیلنج کے ساتھ بولا تھا۔ مگر دادا ابا مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"تم لوگ کھیلو اب، مجھے صبح جلدی اٹھنا ہے۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے تھے اور سبکتگین اس کی سمت مسکراتا ہوا تکتا رہا تھا۔ وہ لب بھینچ کر سر جھکا گئی تھی۔

"مل گئی فرصت تمہیں؟" عجیب گلہ تھا، سبکتگین غزنوی کے لبوں کی مسکراہٹ لمحہ بھر میں گہری ہو چکی تھی۔

"ہاں۔" جواب مختصر مگر دلچسپ تھا۔ علما اسے دیکھنے لگی تھی۔

"مجھے خبر ہوتی کوئی میری کمی محسوس کر رہا ہے تو سارے ضروری کاموں کو جوں کا توں چھوڑ کر پہلی فرصت میں یہاں پہنچ جاتا۔" وہ چھیڑ رہا تھا۔

"مجھ کو نہیں آئی ایم سیریس۔"

"ہاں تو میں کب مذاق کر رہا ہوں۔" وہ لمبا چوڑا شخص اس کے سامنے بیٹھ چکا تھا تبھی نوریہ اور منیحہ نے جانے کی ٹھانی تھی۔

"خیریت بھئی تم کہاں چل دیں؟" سبکتگین نے مڑ کر پوچھا تھا۔

"زندگی کو انجوائے کرنے تم دونوں بیٹھو باتیں کرو تب تک ہم واپسی پر تم دونوں کے لیے کچھ نہ کچھ لے آئیں گے بس شرط یہ ہے کہ تم یہاں موجود رہنا ورنہ ہم جلانے میں دیر نہیں کرتے۔" وہ منیحہ کی جانب دیکھتی ہوئی بولی تھی اور پھر دونوں مسکراتی ہوئیں باہر نکل گئی تھیں۔

کمرے میں اس وقت فقط وہ دونوں رہ گئے تھے اور وہ خاموشی سے چیس بورڈ کو دیکھے جا رہے تھے۔

"زندگی بہت عجیب و غریب لگ رہی ہے ان دنوں کسی بھی شے کا لطف ہی نہیں رہا۔" وہ بہت ہولے سے بولی تھی۔ وہ چند ثانیے اسے خاموشی سے دیکھتا رہا تھا پھر مسکرا دیا تھا۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے نا علما بخاری کہ تم زندگی کو دیکھ ہی عجیب و غریب زاویے سے رہی ہو اور در حقیقت کچھ بھی عجیب و غریب نہ ہو۔" علما نے اسے دیکھا تھا پھر دھیمے سے مسکراتے ہوئے شانے اچکا دیے تھے اور اس گھڑی سبکتگین غزنوی اسے بغور تکنے لگا تھا۔ پھر یکدم ہی مسکرا دیا تھا۔

"سچ کہوں علما بخاری مجھے ان دنوں تم پہلے سے زیادہ عجیب و غریب لگنے لگی ہو۔ تم بجائے گھر والوں سے رابطہ قائم کرو۔" "وہ یقیناً" اسے ہنسانا چاہتا تھا مگر وہ مسکرانے سے زیادہ نہیں کر سکی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے بھئی۔ کیا آج کل محترم عامر رضا صاحب کوئی خط شط بھیج رہے ہیں کہ نہیں۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ علما اسے خاموشی سے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"مجھے ڈر ہے علما تم کہیں پاگل نہ ہو جاؤ اس شخص کے بغیر حالانکہ کوئی ہوش مند لڑکی اس کی کمپنی میں پاگل ہونے میں دیر نہیں کرے گی اور تم۔۔!" وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر ہنستا چلا گیا تھا۔

"سبکتگین پلیز!" اور تب وہ چپ ہو کر اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔

"تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے۔ اس دل پہ پتھر رکھ کر جی کڑا کر کے جھوٹ کا مرتکب ہوتے ہوئے اس شخص کی تعریف کروں تم تب بھی خوش نہیں ہوتیں اور انتہائی صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس شخص کو برا بھلا کہا جائے تب بھی تم برا مان جاتی ہو آخر تم چاہتی کیا ہو؟"

علما نے اسے دیکھ کر چہرے کا رخ پھیرا تھا پھر ایک گہری سانس خارج کی تھی۔

"مجھے نہیں پتہ تم چائے پیو گے؟"

"یا اللہ خیر اتنے کرم اتنی نوازش۔" وہ مسکرا دیا تھا۔ وہ بھی مسکرا دی اور جب وہ اٹھ رہی تھی تبھی ماما چائے لے کر آ گئیں۔

"مجھے ابا جی نے بتا دیا تھا کہ سبکتگین آیا ہوا ہے۔"

کیسے ہو تم کتنے دنوں سے غائب ہو" ماما نے بھی شکوہ کیا تھا اور وہ مسکرا دیا تھا۔

"بس آنٹی آج فارغ ہوا تو پہلی فرصت میں آن پہنچا یہ کٹ کھنی بلی بھی اس بات پر الجھ رہی ہے۔" وہ یکدم چونکتے ہوئے اسے گھورنے لگی۔ مگر وہ مسکراتا رہا۔

"تم لوگ بیٹھ کر لڑو جھگڑو تب تک میں ابا جی کو دودھ دے آؤں۔" ماما نے مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھا تھا اور پھر دوبارہ کچن کی جانب بڑھ گئی تھیں۔

"تمہیں آنٹی کو سکھ دینا چاہیے۔ کچھ دنوں میں تو تمہیں رخصت ہو ہی جانا ہے کم از کم کوئی اچھی یاد تو چھوڑ جاؤ کہ جس کے باعث تمہیں کوئی اچھے لفظوں میں یاد کر سکے۔" وہ مسکراتا ہوا چھیڑ رہا تھا اور وہ گھورنے لگی تھی۔

"یاد کرنے والے دل سے یاد رکھتے ہیں اور دل سے یاد کرتے ہیں۔ کاموں کے اور کارناموں کے باعث نہیں۔"

"ہاں جیسے میرے پاس کوئی جواز ہی نہیں ہو گا تمہیں یاد کرنے کا۔" وہ یکدم ہنس دیا۔ علا بخاری نے اس بھوری آنکھوں والے اس شخص کو دیکھا پھر سر جھکا گئی اور چیس بورڈ کو تکنے لگی۔

"اداس کیوں ہو رہی ہو' اچھا بابا میں بھی تمہیں یاد کرنے کی کوشش کیا کروں گا اور بہت زیادہ تو نہیں مگر دو چار چٹیاں تمہارے نام لکھ کر ڈال ہی دیا کروں گا۔"

وہ متواتر ہنس رہا تھا۔

وہ چپ چاپ چائے کے سپ لینے لگی تھی۔ تبھی وہ اسے تکتے ہوئے بولا تھا۔

"چلو آج تم سے ایک گیم ہو جائے چیس کی' تمہاری ذہانت کو آزماتے ہیں آج۔"

"نہیں۔ آج نہیں۔" وہ سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"کیوں ہارنے سے ڈر لگتا ہے۔ دوسروں کو تو "چکن ہارٹ" کہتی ہو۔" سبکتگین صاحب طیش دلانے میں ماہر تھے۔ مگر علا بخاری بہت اطمینان سے مسکرا دی تھی۔

"سبکتگین میں ہارنے سے قطعی نہیں ڈرتی جو جیتنا جانتے ہیں وہ ہار کر حوصلہ مندی سے مسکرانا بھی جانتے ہیں۔ ہار کو بھی بلند حوصلے سے ایکسیپٹ کرنے کا ہنر انہیں آتا ہے۔"

"لیکن تم تو ہار رہی ہو متواتر۔" وہ بے ساختہ ہی بولا تھا۔ علا اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔ تبھی وہ بولا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آتا علا تم جیسی ماہر شطرنج جینئس چیس ماسٹر' انٹیلکچوئیل گرل مسلسل ہار کیسے رہی ہے اور وہ بھی عامر رضا جیسے گھونچو شخص سے۔" سبکتگین متواتر مسکرا رہا تھا۔ وہ سر جھکا گئی تھی۔ تبھی اس نے کھیلنے کی ٹھانی تھی۔

"چلو دیکھتے ہیں۔ تمہیں یہ ہنر کتنا آتا ہے!" سبکتگین غزنوی بہت رسانیت سے مسکرایا تھا اور چیس بورڈ کو درست کرنے لگا تھا۔ وہ چپ چاپ دیکھتی رہی تھی۔

اور پھر وہ واقعی ہار گئی تھی۔ مگر سبکتگین غزنوی بجائے اپنی جیت پر سرشار ہونے کے اس کی آنکھوں کو دیکھنے لگا تھا۔ جہاں ایک الجھن سی ڈوبتی ابھرتی صاف نظر آ رہی تھی اور تب وہ بہت گہری سانس خارج کرتے ہوئے اسے دیکھنے لگا تھا۔

"مر جاؤ گی تم تو اس طرح کیا تم واقعی اس شخص سے اس قدر محبت کرتی ہو۔؟" اور علا کوئی جواب دیئے بغیر سر جھکا گئی تھی۔ اور تب وہ جل کر بولا تھا۔

"آخر ہے کیا اس شخص میں۔"

"کچھ نہ کچھ تو ہے سبکتگین تبھی تو تم جل رہے ہو۔" وہ یکدم ہی مسکرائی تھی۔ مگر وہ چیخ پڑا تھا۔

"مت مسکراؤ مجھے تمہاری یہ مسکراہٹ زہر لگتی ہے۔"

"پھر کیا کروں۔" وہ بدستور ہونٹ پھیلائے اسے تکتی رہی۔

"مر جاؤ۔" وہ زچ ہو کر بولا تھا۔ پھر چہرے کا رخ پھیر گیا تھا۔

"اتنے میلوں کے فاصلے پر بیٹھے ہونے کے باوجود اس نے باندھ رکھا ہے تمہیں اپنے ساتھ' تمہارے خیال' تمہاری سوچ تمہارے دل و دماغ کو اور خود اسی قدر اجنبی ہے۔"

"وہ اجنبی نہیں ہے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے۔" وہ ایک بار پھر خود کو دھوکہ دینے لگی تھی۔

"کبھی فرصت ملے تو اپنا احتساب خود کرنا علا بخاری محبت کے لیے دہائیاں دینے کی ضرورت نہیں پڑتی' نقارہ بجانا نہیں پڑتا یہ یقین دل سے دل تک سفر کرتا ہے۔ اس میں پورے سماج کو شریک نہیں کرنا پڑتا اور جو چیخ چیخ کر اس بات کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں وہ در حقیقت خود کو اور دوسروں کو بیک وقت دھوکہ دینا چاہتے ہیں تمہیں خود کو دھوکہ دینا ہے تو بخوشی یہ ورد کرتی رہو۔ مگر پلیز دوسروں کو یہ باور کرانا چھوڑ دو۔ مسئلہ اپنا ہو تو سلجھاتے خود ہیں۔ ایک عالم کو اس میں نہیں گھسیٹتے۔" وہ یکدم ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا اور علا بخاری جانے کیوں بہت اطمینان سے مسکراتی رہی تھی۔

"سنو اگر وہ مجھے چھوڑ دے تو بہت خوشی ہو گی نا تمہیں۔؟"

"کیا۔؟" سبکتگین غزنوی بے طرح چونکا تھا۔ غصے کی اک شدید لہر اس کے رگ و پے میں دوڑ گئی تھی۔ مگر وہ اسے بہت پر سکون انداز میں دیکھتا ہوا اپنی کیفیت کو انڈر کنٹرول کرتے ہوئے ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

"تم پاگل ہو چکی ہو علا بخاری اور پاگلوں کی جگہ فقط پاگل خانے میں ہوتی ہے۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ پلٹا تھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکلتا چلا گیا تھا۔

علا بخاری بہت دیر تک وہیں بیٹھی چیس بورڈ کو دیکھتی رہی تھی۔



وہ ساری کھڑکیاں اور دروازے
بند کر کے سوئی ہے پھر بھی۔۔!
ایک خیال جانے کس راستے سے اندر آ جاتا ہے!
ایک بھاگتی دوڑتی زندگی اس کے ارد گرد پھیلی ہوئی تھی۔ سب بہت خوش تھے مطمئن تھے اس تمام افراتفری کا حصہ تھے اور ایک بار پھر اس نے خود کو پوری طرح سمیٹ کر بہت سختی سے ڈپٹتے ہوئے زندگی کی راہ پر ڈال دیا تھا۔ یا پھر اپنی سی کوشش ضرور کی تھی۔

اس نے دیکھا تھا۔ سب کچھ ویسے ہی رواں دواں تھا۔ کہیں کچھ بھی نہیں بدلا تھا۔ ان سب کی سرگرمیاں شوخیاں' شرارتیں' ہنسی مذاق' بلند و بانگ قہقہے اور اس نے سوچ لیا تھا اب اسے بھی ان سب کا حصہ ہونا ہے۔ سبکتگین غلط نہیں تھا۔ غلط شاید وہ خود ہی تھی۔ کسی قدر پاگل پن کا شکار ہو رہی تھی وہ مگر اب اس نے سوچ لیا تھا' کچھ بھی فضول نہیں سوچے گی۔ یہی سوچتی ہوئی وہ تیار ہو رہی تھی کہ ان سب کی طرف جائے مگر تبھی ماما نے اطلاع دی کہ عامر رضا کے امی ابو آئے ہیں۔

وہ لوگ واہ کینٹ میں ہوتے تھے۔ عامر رضا پہلے تعلیم کی غرض سے یہاں تھا اور پھر ملازمت کی غرض سے کچھ عرصہ مقیم رہا اور پھر فکر معاش اسے سات سمندر پار کھینچ لے گئی۔ اس کی منگنی سے لے کر اب تک وہ بہت کم آئے تھے۔ ایک متوسط فیملی کے پاس کتنے وسائل ہوتے ہیں۔ وہ بخوبی جانتی اور سمجھتی تھی تبھی عامر رضا کی اس مجبوری کو بھی اس نے خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کیا تھا۔ وہ ڈرائنگ روم میں آئی تو دادا ابا اور ماما بابا کے ساتھ وہ لوگ موجود تھے۔ اس نے ادب سے سلام کیا۔

عامر رضا کی امی نے اسے محبت سے اپنے پاس ہی بٹھا لیا۔

"کیا کریں بیٹے جی تو چاہتا ہے روز ملوں' روز دیکھوں اس پیارے من موہنے چہرے کو مگر وائے قسمت اب بوڑھی ہڈیاں اتنا سفر برداشت نہیں کر سکتیں خدا اس چاند کو ہمارے گھر اتارے گا تو جی بھر کر دیکھا کروں گی۔"

علا بخاری مسکرا دی تھی۔

"بہن جی ہم جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں آپ کی

مجبوری۔ تبھی تو شکوہ نہیں کرتے۔"

ماما نے بہت مہارت سے ان کی بات رکھی تھی۔ نویرا دور کھڑی مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اور پھر جب وہ عامر رضا کی امی کو ماما کے کہنے پر اپنا گھر دکھا رہی تھی تبھی انہوں نے دریافت کیا تھا۔

"عامر رضا کیسا ہے؟" اور وہ چونک کر دیکھنے لگی تھی۔

"آپ کا بیٹا ہے۔ آپ کو خبر نہیں ہے۔۔۔؟"

"نہیں بیٹا بہت دنوں سے اس کا کوئی فون نہیں آیا نا ہی کوئی میل موصول ہوئی۔ ہم سمجھے وہ تم سے ضرور رابطے میں ہو گا۔ خدا خیر کرے میرا بچہ خیریت سے ہو۔" ان کا جی جیسے ہول کر رہ گیا تھا اور علما خالی خالی آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگی تھی۔ پھر یکدم ان کا دھیان بٹانے کو مسکرا دی تھی۔

"ہاں ایک ہفتہ قبل اس کی میل موصول ہوئی تھی۔ کہہ رہا تھا بہت مصروف ہوں۔ اب اگر فون پر بات ہوئی تو کان کھینچوں گی موصوف کے۔۔۔!" وہ مسکراتی ہوئی بولی تھی اور پھر ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی تھی۔ مگر اس کا دھیان مسلسل اسی ایک نقطے پر ٹکا رہا تھا ان کے جانے کے بعد بھی وہ اسی جانب سوچتی رہی تھی۔

پتہ نہیں اصل بات کیا تھی۔ وہ سمجھی تھی وہ فقط اسے ہی رابطے میں رکھے ہوئے نہیں۔ مگر وہ تو اس کے ساتھ اپنے بہت قریبی رشتوں سے بھی غافل تھا۔ بھلا ایسی کیا بات تھی۔ اسباب کیا تھے۔ وجہ کیا تھی؟ پانچ دس منٹ بات کرنے میں جاتا ہی کیا ہے۔ کیا اس کے پاس اتنی تھوڑے سے لمحے بھی نہ تھے۔ ای میل کرنے میں وقت ہی کتنا صرف ہوتا ہے۔

وہ کچھ بھی سمجھ نہ پا رہی تھی اور صبح جو اس نے قصد کیا تھا کہ وہ پھر سے اس ماحول کا حصہ بن جائے گی تو اب پھر اسی ڈگر پر آن رکی تھی۔ سبکتگین اس کے بعد اس سے نہیں ملا تھا۔ بلکہ دو روز کے لیے وہ سنگاپور بھی گیا تو مل کر نہیں گیا۔ پھر ایک ہفتے کے لیے ہانگ کانگ کے لیے گیا تو بھی اسے نہیں بتایا۔

اور اس کی ناراضگی کے متعلق اس وقت کنفرم ہو گیا جب وہ لوٹا اور اس کے لیے بطور خاص "بروکن ہارٹ" پلانٹ لایا۔ مگر اسے دینے خود نہیں آیا۔ افشاں آئی اور اسے سونپ گئی۔

"بھائی کہہ رہے تھے تمہیں بہت پسند ہے۔"

"لیکن میں نے تو اسے کبھی نہیں بتایا۔" وہ حیران ہوئی۔ افشاں مسکرا دی۔

"تمہیں یاد نہیں شاید ایک بار تم ذکر کر رہی تھیں اس کی خوب صورتی کے متعلق اور سبکتگین بھائی قدرے فاصلے پر بیٹھے فانی بھائی کے ساتھ رمی کھیل رہے تھے شاید تب انہوں نے سن لیا ہو اور انہیں یاد بھی رہ گیا ہو۔" وہ مسکرا رہی تھی۔ "اینی ویز بھائی کہہ رہے تھے تمہیں اس کا خیال رکھنے کو اسے بہت سی توجہ اور محبت دینا ہو گی اور بہت سی میٹھی باتیں کرنا ہوں گی یہ اس کے سروائیول کے لیے ضروری ہے ورنہ یہ مرجھا جائے گا اور بنجر ہو جائے گا لاٹنگ اے بروکن ہارٹ۔"

وہ کہنا چاہتی تھی کہ اسے اس کی قطعی کوئی ضرورت نہیں اور وہ اسے لے جائے مگر وہ کچھ نہیں کہہ سکی اور افشاں واپس بھی چلی گئی۔ اور تب وہ چلتی ہوئی اس پلانٹ کے پاس آن رکی۔

"آئی نو بروکن ہارٹ' آئی ایم سرچنگ فور یٹ!" اپنی ہی کی کھلکھلاتی ہوئی آواز اس کی سماعتوں میں گونجی تھی۔

"پاگل ہو تم۔ ٹوٹے ہوئے دل کی تلاش کوئی احمق ہی کر سکتا ہے۔" افشاں جواباً مسکرائی تھی۔

"ڈفر میں اس ٹوٹے ہوئے دل کی بات نہیں کر رہی۔ میں بروکن ہارٹ پلانٹ کی بات کر رہی ہوں جو بہت خاص خطوں میں خاص انوائرنمنٹ میں پایا جاتا ہے۔" اس نے مطلع کیا تھا۔

"خاص نا' یہاں تو نہیں۔" افشاں متواتر مسکرا رہی تھی۔

"میں عامر رضا سے کہوں گی۔ وہ ضرور فائنڈ آؤٹ کرے گا میرے لیے۔" اور تب افشاں ہنستی چلی گئی

تھی۔

"کوئی بے وقوف شخص ہی یہ کارنامہ سرانجام دے سکتا ہے۔ اپنا دل توڑ کر پیش کرنا خاصا مشکل امر ہے اور عامر رضا اس سے قبل ہی تمہیں ایک عدد دل پیش کر چکا ہے۔ اب ٹوٹا ہوا دل کہاں سے لائے گا؟" افشاں مسلسل چھیڑتے ہوئے ہنسے جا رہی تھی۔

"ر باتے داوے تم ٹوٹے ہوئے دل کا کرو گی کیا؟"

"مرہم' پٹی تکمیل دل جوئی۔" وہ شرارت سے گویا ہوئی تھی اور افشاں بھی ہنستی چلی گئی تھی۔ تب اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ قدرے فاصلے پر بیٹھا ہوا شخص اسے بغور سن رہا ہے۔

علما بہت ہولے سے بروکن ہارٹ کو چھو کر دیکھنے لگی تھی۔

"آں' ہاں آرام سے بھئی۔۔۔ بروکن ہارٹ ہے۔" پشت سے بہت دھیما سا لہجہ ابھرا تھا۔ جانی پہچانی آواز۔ آشنا سا انداز۔

وہ پلٹ کر دیکھنے لگی تھی۔ وہ لمبا چوڑا شخص اس کے بہت قریب کھڑا تھا۔ لبوں پر بڑی دلفریب مسکراہٹ رکی ہوئی تھی اور نظریں اس کے چہرے پر ساکت تھیں۔

"تمہیں ٹوٹے ہوئے دل کی تلاش تھی نا میں نے پیش کر دیا اب اسے مزید مت توڑنا۔" وہ چپ چاپ دیکھتی گئی تھی۔

"اگرچہ تم فن جراحت سے ناواقف ہو مگر اس کے باوجود اسے تمہیں سونپ رہا ہوں ٹیک گڈ کیئر آف بروکن ہارٹ۔" وہ مسکرا رہا تھا اور تب علما کے لبوں کو بھی مسکراہٹ چھو گئی تھی۔

"کیا بکواس ہے یہ۔"

"اوں ہوں ایک سچائی ہے۔" وہ بغور تکتا ہوا دلچسپی سے مسکرایا تھا۔

"تم نے ہی تو کہا تھا کہ تمہیں ٹوٹے ہوئے دل اچھے لگتے ہیں۔"

"مگر میں نے تمہارا دل تو نہیں مانگا تھا۔" وہ یکدم ہی کھلکھلا کر ہنسی تھی۔ یقیناً وہ اک عرصے کے جمود کو توڑنا چاہتی تھی۔ اس سرد مہری کو ختم کرنا چاہتی تھی جو اس کے اور سبکتگین کے درمیان اس روز سے طاری تھی۔ دوسرے معنوں میں وہ اس ناراضگی کو ختم کرنا چاہتی تھی۔ اپنے اس روڈ رویے کا ازالہ کرنا چاہتی تھی اور شاید وہ کامیاب بھی رہی تھی۔ سبکتگین کا جاندار قہقہہ اس کے ارد گرد ماحول پر گونج رہا تھا۔

"تمہارا سینس آف ہیومر تو خاصا اچھا ہو گیا ہے۔ لگتا ہے عامر رضا سے متواتر بات چیت ہو رہی ہے۔" وہ مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"یا اللہ پھر گھسیٹ لیا نا اس بیچارے معصوم سے شخص کو۔"

"ہیں کیسے موصوف؟" وہ چلتا ہوا بروکن ہارٹ پلانٹ کے قریب آن رکا تھا۔

"ٹھیک ٹھاک۔" اس نے قصداً جھوٹ بولا تھا اور اس شخص نے اس لمحے بغور ایک نظر اسے دیکھا تھا۔ پھر مسکراتے ہوئے بروکن ہارٹ کا بھرپور بغور جائزہ لینے لگا تھا۔ تبھی وہ بہت ہولے سے بولی تھی۔

"تھینک یو ویری مچ سبکتگین۔۔۔!"

"ٹوٹا ہوا دل سونپنے کے لیے۔۔۔؟" وہ چھیڑ رہا تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔

"ہاں اس کے لیے بھی مگر۔" وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر اسے مشکور نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔ پھر بہت آہستگی سے اسی طور گویا ہوئی تھی۔

"سبکتگین تم واقعی بہت اچھے دوست ہو میرے مجھے انڈر اسٹینڈ کرتے ہو۔ جھیلتے ہو۔ برداشت کرتے ہو اور۔۔۔"

"اور ٹوٹا ہوا دل پیش کرتے ہو۔" وہ یکدم اس کے جملے کو مکمل کرتے ہوئے ہنسا تھا اور تب وہ بھی ہنس دی تھی۔

"یہ کوئی مذاق نہیں ہے تمہیں واقعی اس بروکن ہارٹ کا بہت خیال رکھنا ہو گا۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔

"کیونکہ یہ تمہارا بروکن ہارٹ ہے۔" وہ مسکرائی تھی۔ وہ ہنس دیا۔

"ہاں شاید اس لیے بھی۔" لہجہ بہت دھیما اور کھویا کھویا سا تھا۔ پھر یکدم ہی کچھ یاد آنے پر وہ چونکا تھا۔

"چھا ہوا تم اس کا خیال رکھنا۔"

"او کے۔" وہ مسکرائی تھی اور تب سبکتگین باہر نکل آیا تھا۔ ایک متواتر بازگشت اس کے اردگرد ہونے لگی تھی۔

ایک سمندر کی پیاس تھی اس کے اندر مگر وہ صحرا میں بھٹک رہا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

دور تک سناٹے میں
ایک ہو کا عالم ہے
نہ کوئی آہٹ
نہ کوئی دستک!
رشتے کتنجل ہوگئے شاید!

دوسری جانب سے چپ اسی طور طاری تھی وہی ہو کا عالم تھا۔

جب اس نے سنا تھا کہ سبکتگین غزنوی آسٹریلیا جا رہا ہے' ایک بزنس اسائنمنٹ کے سلسلے میں اور تب وہ پہلے ہی لمحے میں اس کے سامنے جا رکی تھی۔

"تم آسٹریلیا جا رہے ہو؟"

"تم کہو تو نہیں جاتا۔" وہ شوخ ہوا تھا۔ مگر وہ مسکرائی نہیں تھی۔ تبھی وہ چونکا تھا۔

"کہو... تم کہیں یہ تو نہیں چاہتیں کہ میں اس تمہارے آسٹریلین کزن کا باقاعدہ حال احوال دریافت کر کے آؤں۔" اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور تب اس نے سنجیدگی کے ساتھ سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

"ہاں!"

"کیا ہاں..." وہ حیران ہوا۔ "تم نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے۔" وہ اس لمحے بھی سنجیدہ نہیں تھا۔

"سبکتگین پلیز۔" وہ قطعی انداز میں بولی تھی اور تب وہ چپ ہو کر اسے تکنے لگا تھا۔ پھر جانے کیوں دوسرے ہی پل مسکرا دیا تھا۔

"او کے اس کا مکمل ایڈریس لکھ کر مجھے دے دو۔ تمہاری خاطر اب یہ بھی کر لوں گا۔" اور تب وہ سر اثبات میں ہلاتی ہوئی اس کا پتہ کاغذ پر لکھ کر اسے سونپ آئی تھی۔

سبکتگین غزنوی آسٹریلیا چلا گیا تھا اور اس کا دل جانے کیوں بے حد مضطرب ہو گیا تھا۔ وہ یہی سوچ رہی تھی اگر اس کے خدشے سچ ثابت ہوئے تو وہ کیا کرے گی۔ اسے خوف اس بات کا نہیں تھا کہ وہ ہار جائے گی۔

بلکہ خوف اسے اس بات کا ستا رہا تھا کہ وہ سب کی نظروں کا سامنا کس طرح کرے گی۔ وہ ایک بندھن اس نے اپنے بل بوتے پر مکمل یقین اور اعتماد کے ساتھ باندھا تھا اور اس کا یقین گر ٹوٹ جاتا تو۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"پلیز عامر رضا میرا مان نہیں توڑنا... میرا یقین ہو تم۔ اور یقین ٹوٹ گیا تو۔"

اور ایک یہی سوچ تھی جس سے آگے وہ کچھ سوچنا ہی نہ چاہتی تھی۔ نوریا ان دنوں اسے زبردستی کھینچ کھانچ کر ماحول کا حصہ بنائے رکھنے کی کوشش کرتی۔ کبھی کہیں لے کر نکل جاتی اور کبھی نہیں۔ فائق' سلمان' زبیر' جاذب اور افشاں کی کمپنی میں اب بھی اس قدر ہنگامہ برپا ہوتا اتنا ہی شور و غل ہوتا کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی اور وہ سب کے ساتھ بیٹھی بظاہر خود کو دھوکہ دینے کو خالی خالی نظروں سے منظروں کو تکتی خالی خالی ذہن کے ساتھ مسکراتی رہتی۔ کوئی بات سمجھ میں نہ بھی آ رہی ہوتی۔ مگر سب جب قہقہہ لگا کر ہنستے تو وہ بھی ان کا ساتھ دینے کو ہنسنے لگتی۔

بعض اوقات تو نوریا اسے گھورنے لگتی اور بعض اوقات ڈپٹ بھی دیتی اور اس وقت اسے خود بھی بہت عجیب لگتا جب سب اس کی کیفیت پر حیران ہو کر اسے یوں تکنے لگتے جیسے وہ دنیا کا نواں یا دسواں عجوبہ ہو اور سلمان تو کہہ بھی دیتا۔

"سبکتگین صحیح کہتا ہے تمہیں میوزیم میں ہونا چاہیے۔" اور تب وہ ہنسنے میں خود بھی پیش پیش ہوتی۔

سبکتگین کا جتنی شدت سے انتظار اسے تھا شاید ہی کسی کو ہوتا۔ وہ دن گن گن کر پھر گن کر اور لمحے گن گن کر تھک چکی تھی۔ دو چار بار اس نے اس کے رسل ڈیجیٹ سیل پر بھی ٹرائی کیا تھا۔ مگر وہ کامیاب نہیں ہو سکی تھی اور تب اس کا دل اور بھی ہولنے لگا تھا۔

اس روز وہ صبح اٹھ کر معمول کے مطابق یونیورسٹی کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ جب ماما کی زبانی اسے پتہ چلا کہ سبکتگین واپس آ چکا ہے۔

"کب...؟" وہ حیران رہ گئی تھی۔

"رات میں' تم بہت گہری نیند میں تھیں اس لیے کسی نے تمہیں جگایا نہیں۔" ماما نے دودھ کا گلاس اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا تھا۔ مگر وہ فوراً ہی نفی میں سر ہلاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"علما بچے سنو تو..."

"ماما میں ابھی واپس آتی ہوں۔" وہ وہلیز کے پاس رک کر پلٹی تھی اور پھر مڑ کر تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔

وہ گہری نیند میں تھا۔ اس نے بنا اس کی گہری نیند اور تھکن کی پروا کیے اسے بری طرح جھنجوڑ ڈالا تھا۔

"کیا قیامت آ گئی ہے بھئی۔" وہ بامشکل آنکھیں کھولتا ہوا بولا تھا۔

"قیامت نہیں میں ہوں میں علما!" اس نے مدھم آواز میں کہا تھا۔

"تم کوئی قیامت سے کم تو نہیں ہو۔" اب کے سبکتگین صاحب اسے آنکھیں کھول کر گھورنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

"میرے کام کا کیا ہوا؟" دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے بنا کسی تردد کے پوچھا تھا۔

"فلاں سا کام بھئی۔" لہجہ اب بھی مخمور تھا۔ آنکھیں کھولنے کی کوشش پھر ناکام ہو چکی تھی اور وہ اپنا آنکھیں میچ چکا تھا۔

"سبکتگین۔" علما نے جھنجلا کر پکارا تھا۔

"ہوں سن تو رہا ہوں۔" آنکھیں بند کیے ہی یقین دلایا۔ "تم آنکھیں کھولو نا۔" اس نے جیسے بادل نخواستہ درخواست کی تھی۔

"اگر یہ خواہش ہے تو کیا میں خوشی سے مر جاؤں...؟" وہ مخمور لہجے میں پوچھتا ہوا دوسرے لفظوں میں یقین دہانی چاہتا تھا آنکھیں کھولنے سے قبل۔ علما کی ہمت جواب دے گئی تھی۔

"پلیز سبکتگین دیکھو اب میں لحاظ کیے بغیر پانی کا یہ جگ تم پر انڈیل دوں گی۔" اس نے دھمکی دی تھی اور تب اس نے اپنی گلابی ڈوروں سے اٹی بھوری آنکھیں وا کر دی تھیں۔

"لو جی بھر کر دیکھ لو۔" عجیب بھونڈا انداز تھا۔

"سبکتگین جہنم میں جاؤ۔" وہ تھک کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ مگر تبھی سبکتگین غزنوی نے اس کا ہاتھ تھام کر واپس بٹھا لیا تھا اور پھر مکمل طور پر آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"کیا ہوا...؟" وہ عامر رضا کی بابت دریافت کرنے لگی تھی۔

"پتہ نہیں تمہیں کچھ خبر ہو تو کہو...؟" وہ ہنس پڑا تھا یکدم ہی۔

"تم سنجیدہ نہیں ہو گے؟" اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی اور وہ خاموش ہو کر کتنے ہی پل اسے تکتا رہا تھا۔

"پلیز سبکتگین کوئی بری خبر مت سنانا۔ میرا دل بند ہو جائے گا۔" وہ کہنا چاہتی تھی مگر بول نہیں سکی تھی اور جانے کیوں اس لمحے کمزوری نے اسے آن دبوچا تھا حالانکہ وہ تو بہت مضبوط رہنا چاہتی تھی۔

کتنی خاموشی کے ساتھ اس کی پلکوں سے موتی ٹوٹ کر اس کے رخساروں پر آ گئے تھے۔ سبکتگین اسے متواتر دیکھتا گیا تھا۔

"اس ایک شخص کے لیے تم اپنے اتنے قیمتی آنسو ضائع کر رہی ہو۔" کتنے مدھم لہجے میں اس نے شکوہ کیا تھا۔ وہ کچھ نہیں بولی تھی اور تب وہ چپ چاپ تکتا گیا تھا۔

"کیا تمہیں واقعی اس سے محبت ہے...؟" وہ جانے کس بات کا یقین چاہتا تھا۔

"تم مجھے کچھ نہیں بتاؤ گے۔" وہ زچ ہو کر بولی تھی۔

"تم یقین کرو گی میرا؟" وہ الٹا دریافت کرنے لگا تھا۔

"سبکتگین میں نے تم پر یقین کر کے ہی یہ ذمے داری تمہیں سونپی تھی۔" علما کی آواز بہت مدھم تھی جیسے کنویں سے کوئی بول رہا ہو۔

سبکتگین غزنوی کچھ دیر تک اسے یونہی خاموشی سے دیکھتا رہا تھا پھر گویا ہوا تھا۔

"پھر یقین کر لو کہ اب تمہارا انتظار لاحاصل ہے۔ اس نے آسٹریلین نیشنلٹی ہولڈر لڑکی سے شادی کر لی ہے اس کے دو بچے بھی ہیں۔" کتنے مدھم لہجے میں اس نے خبر سنائی تھی اور اس خبر نے فضا میں کیسی خاموشی طاری کر دی تھی۔

علما بخاری کیسی بے یقینی سے اسے دیکھتی جا رہی تھی۔ سبکتگین نے اسے دیکھا تھا پھر بہت ہولے سے اس کا ہاتھ تھام کر اس کا حوصلہ بندھانا چاہا تھا۔ مگر وہ بہت آہستگی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اور اس لمحے سبکتگین نے اسے روکا نہیں تھا۔ وہ اس کا مخلص دوست تھا۔ شاید تبھی چاہتا تھا کہ وہ اپنا درد کسی طور کم کر لے۔

♥ ♡ ♡ ♥

شدت عشق خیر ہو تیری ـــ!
کیسے عالم میں لا کر چھوڑ دیا

کتنا بچانا چاہتے ہیں ہم اپنے پیاروں کو کسی بھی حادثے سے کسی بھی ممکنہ خطرے سے کسی بھی ممکنہ درد سے بھرے رنج سے دکھ سے مگر کبھی کبھی کچھ بھی ممکن نہیں ہوتا۔

ایک وقت کا ریلا آتا ہے اور سب کچھ اپنے سنگ بہائے جاتا ہے۔ سبکتگین غزنوی نے پوری شدت سے چاہا تھا۔ وہ اسے اس درد سے دور رکھے اسے آگاہ نہ کرے مگر اس کے بغیر کوئی چارا بھی تو نہ تھا۔

وہ اس کی آنکھوں میں آنسو تک نہیں دیکھ سکتا تھا مگر اب وہ اسے خود ایک اتھاہ سمندر کے حوالے کر چکا تھا۔ گہرے سمندر کے حوالے جس میں اسے ڈوبتے ابھرتے وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

"سنو اگر وہ مجھے چھوڑ دے تو بہت خوشی ہو گی نا تمہیں ـــ؟" علما بخاری کے لہجے کی بازگشت اس کے اردگرد گونجتی چلی گئی تھی اور سبکتگین غزنوی کی آنکھوں میں ایک غبار آن رکا تھا۔

کیوں ہوا تھا ایسا۔ ایسا تو نہیں چاہا تھا اس نے۔ وہ تو بس یونہی چڑاتا تھا اسے' دوستانہ ادا تھی یہ' مخلص دوست تھا وہ اس کا پھر کیسے اس کے حق میں غلط سوچ سکتا تھا۔ اس کا قصور کہیں بھی نہیں تھا اس کے باوجود جانے کیوں وہ خود کو علما بخاری کا مجرم سمجھ رہا تھا۔

کتنے دنوں سے وہ اس کے سامنے بھی نہ گیا تھا' جانے کس حال میں تھی وہ۔ یقیناً اسے ضرورت تھی اس کی اچھے دوستوں کی ضرورت ایسے ہی لمحوں میں تو ہوتی ہے۔ مگر جانے کیوں وہ ڈر رہا تھا۔ اس کا سامنا کرنے سے کترا رہا تھا۔ شاید کہیں دل میں دبا چور اسے ایسا کرنے سے باز رکھ رہا تھا۔

اس لڑکی کے لیے اس کے دل میں دبا بہت سا پیار اسے چور بنا رہا تھا۔ وہ پیار جو ایک عرصے سے اس کے دل میں تھا اور جسے اس نے کبھی خود پر بھی ظاہر نہیں کیا تھا۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ اسے کسی اور کا ہوتے دیکھنے کا ظرف نہ رکھتا تھا۔ وہ محبت کے ساتھ ضبط محبت کا بھی ظرف رکھتا تھا۔ اور وہ ضرور اس کا ثبوت بھی دیتا مگر عامر رضا ـــ اور اب وہ کیا کرتا۔ کیسے یقین دلاتا اسے اپنی محبت کا اور کیا وہ یقین کرتی۔

وہ کتنی ہی دیر تک راستوں پر بھٹکتا رہا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

بے طرح الجھ گیا تھا دل ـــ!
بے وفائی نے تیری سلجھایا

اس نے کوئی سوگ نہیں منایا تھا۔ بس ماما کے کاندھے پر سر رکھ کر بہت سا درد بہا دیا تھا اور پھر مطمئن سی زندگی کے معمول کا حصہ ہو گئی تھی۔

اور وہ جو سمجھتی تھی کہ اسے سب مورد الزام ٹھہرائیں گے۔ یا اسے اپنے کردہ فیصلے کے باعث شرمندہ ہونا پڑے گا تو ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ شاید وہ

اندر سے خود فینو تھی۔ مخلص تھی اور تبھی دوسرے فریق کے ڈوری توڑ دینے سے اسے دھچکا تو ضرور لگا تھا۔ اور گری تھی اور اسے چوٹ بھی لگی تھی۔ بہت سا درد بھی سینے میں ہوا تھا۔ مگر اس نے خود کو بہت وقار سے سمیٹا تھا۔ ہاں بس اب یہ ہوا تھا کہ اسے رکھ رکھاؤ کے لیے بات بے بات مسکرانا نہیں پڑتا تھا۔ بے تحاشا ہنسنے کی کوشش نہیں کرنی پڑتی تھی۔ پہلے وہ ضرور تا" مسکراتی تھی۔ خود کو اور دوسروں کو مطمئن کرنے کی کوشش میں مسکراتی تھی۔ "سب ٹھیک ہے۔" باور کرانے کو ہنستی تھی۔ مگر اب اسے کسی کھوکھلے سہارے کی ضرورت نہ تھی۔ اس نے خود کو بے طرح مصروف کر لیا تھا۔

ماما اور پاپا نے اسے قطعی کچھ نہیں کہا تھا۔ نہ کوئی الزام نہ ملامت۔ بلکہ ان دنوں وہ اور بھی زیادہ توجہ اس پر صرف کرنے لگے تھے۔ اور ان کی محبتوں کو دیکھتے ہوئے یہی سوچ رہی تھی کہ دنیا کی کس قدر بے غرض ہستیاں ہوتے ہیں والدین بھی بچوں کے دکھ پر ملول و افسردہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہو جانے والے خیال کرنے والے اور سب سے بڑھ کر خاموشی کی زبان میں بھی انڈر اسٹینڈ کرنے والے دنیا میں ہر شے کے لیے شوق تمنا ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ "پانے" کے لیے اظہار کرنا پڑتا ہے۔ مگر ماں باپ اپنے بچوں کی بہت سی خواہشوں کو بنا کہے ہی جان لیتے ہیں۔ ماں کو کبھی یہ بتانا نہیں پڑتا کہ مجھے بھوک لگی ہے۔ اسے خود خبر ہوتی ہے کہ میرا بچہ بھوکا ہے اور اسے کھانے کی حاجت ہے۔ اسے کبھی بتانا نہیں پڑتا کہ میں پریشان ہوں' وہ خود آپ اپنی نظروں سے یہ بھید اپنے بچے کے چہرے پر تلاشتی ہے۔

بچے ناسمجھی میں کتنی غلطیاں کرتے ہیں۔ مگر ماں باپ کبھی ملامت نہیں کرتے کہ' تم نے کچھ غلط کیا ہے' پھر یہ کہ غلطی تمہاری تھی۔ دیکھ لیا نا اجر۔"

کتنا بڑا دل ہوتا ہے ان ہستیوں کا اور کس قدر بلند مقام و مرتبہ۔

علما کو پورے دل سے اعتراف تھا اس بات کا تبھی ان کے لیے اس نے خود پر زندگی کے دروازے بند نہیں کیے تھے۔ بلکہ اب وہ بہت زیادہ وقت گھر میں صرف کرنے لگی تھی۔ عامر رضا کے نام کی انگوٹھی اس نے اسی دن اتار کر دراز میں ڈال دی تھی ان دنوں یونیورسٹی میں آخری سمسٹر چل رہا تھا اس کا سو وہاں بھی مصروفیت زیادہ تھی۔ مگر اس کے باوجود وہ گھر لوٹتی تو نور ان سب کے درمیاں بیٹھی ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہتی یا پھر کچن سنبھال لیتی اور انواع و اقسام کی ڈشز بناتی رہتی۔ نورا اسے دیکھ کر مسکراتی رہتی۔

"تم تو بہت سگھڑ ہو گئی ہو۔"

"اچھی بات ہے نا۔" وہ مسکرا دیتی تھی۔

اس روز وہ اپنے کمرے میں میگزین لیے بیٹھی تھی جب وہ سب آن دھمکے تھے۔ فانی اور سلمان وغیرہ اسے زبردستی کھینچ کر لاؤنج میں لے آئے تھے اور پھر اسے گھیر کر بیٹھ گئے تھے جیسے وہ ابھی بھاگ جائے گی۔ اس نے دیکھا تھا سبکتگین وہاں نہیں تھا۔

اور کتنے دن سے وہ اسے نظر نہیں آیا تھا۔ پتہ نہیں کہاں تھا' ملک میں تھا بھی کہ نہیں۔ اس نے تو جاننے کی زحمت ہی نہیں کی تھی۔ اپنے اندر سے نکلتی تو کسی دوسرے کی کھوج میں نکلتی۔ وہ تو اپنے اندر کی تعمیر نو میں مصروف تھی ان دنوں۔

سب ہنسی مذاق میں مصروف تھے۔ بھانت بھانت کی بولیاں بولی جا رہی تھیں۔ وہ ہولے ہولے مسکراتی فقط ان کو سن کر محظوظ ہو رہی تھی۔

"سنو لڑکی تمہارے پاس ایک عدد اچھی خاصی زباں ہوا کرتی تھی اس کا کیا ہوا؟"

سلمان نے بہت شرارت سے جھک کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا اور وہ یکدم ہی مسکرا دی تھی۔ تبھی جاذب نے اسے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

"یار پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے تو پہلے ہی ایک آفر کر دی تھی۔ چھوڑو اس کالے بینگن کو۔ تم مجھے دیکھو نا ٹام کروز کے ساتھ چلتی ہوئی تم کتنی خوب صورت لگو گی۔ لوگ رشک کریں گے ہمارے ساتھ پر۔"

"یہی سوچ کر تو بیچاری اتنی ملول نظر آ رہی ہے۔ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا والی مثال یاد دہانی کے لیے حاضر خدمت ہے۔" زبیر نے سلمان کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے ہنستے ہوئے کہا تھا اور کمرہ قہقہوں سے گونج گیا تھا۔

"سنو اس کو چھوڑو' میں ہوں نا' ایسے موقعوں پر اپنے ہی قربانی دیتے ہیں۔ میں بھی دل پر پتھر رکھ لوں گا۔" سلمان نے بڑی فیاضی سے خود کو پیش کیا تھا اور ساتھ ہی "بجنوں" کی شامت آ گئی تھی۔

مکمل جنونی انداز میں وہ بہت جھوم جھوم کر جس انداز سے اس گھڑی گا رہا تھا وہ یکدم ہی ہنسنے لگی تھی۔

"چلیے آپ کی درخواست تو گئی۔" زبیر نے ہنستے ہوئے تاسف سے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"سلمان صاحب پریشان رفع کرنے کی کوشش میں بیچاری بچی کی پریشانی میں اضافہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔" جاذب نے داوالیا بننے کی ناکام کوشش کی۔

"جی نہیں یہ تو ان محترم بینگن صاحب کو سوچتے ہوئے تاسف کا اظہار کر رہی ہیں۔" سلمان نے فوراً صفائی پیش کرنا چاہی تھی۔

"اگر ایسی بات ہے تو تم پریشان نہیں ہو۔ میں اس جیسا ایک اور تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔ مشکل ضرور ہے مگر نا ممکن نہیں۔" قانی نے بھی حصہ لیا۔ تبھی زبیر بولا تھا۔

"میرا خیال ہے اس وقت علما بھی وہی سوچ رہی ہے جو میں سوچ رہا ہوں۔" اس کی آنکھوں کی شوخی عروج پر تھی وہ چونکی تھی۔

"کاش اس جیسے دو ہوتے۔" اس کا جواب باکمال تھا دیر تک کمرے میں قہقہے گونجتے رہے تھے۔

"خیر یہ تو نا ممکن ہے۔ مگر ایک چیز سے ملتی جلتی دوسری شے تو ڈھونڈی جا سکتی ہے۔" سلمان نے حوصلہ بندھایا تھا اور ساتھ ہی مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"تم پریشان مت ہو۔ میں اپنے طور پر بھرپور کوشش کروں گا۔"

"تم سب تو۔۔۔" وہ مسکراتے ہوئے مصنوعی خفگی سے گھورنے لگی تھی۔

"شرم کرنی چاہیے تم سب کو۔" باقاعدہ شرم دلائی۔ مگر وہ کہاں باز آنے والے تھے' اسے متواتر چھیڑتے رہے تھے اور وہ جانتی تھی یہ سب اس کا دھیان بٹانے کو تھا۔ نوریا ملک اسے رشک بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"یو آر لکی ون علما بخاری!" وہ مسکراتی ہوئی بولی تھی۔

"یس آئی نو!" وہ اس گھڑی دل کی پوری صداقت سے مسکرائی تھی۔

"عمار رضا تم اتنے اہم تو ہرگز نہ تھے' ورنہ ہو کہ میں اپنے بہت سے پیاروں کو تمہارے کیے جرم کی سزا دوں۔" اس نے خود کو باور کراتے ہوئے یکدم ہی گردن اٹھائی تھی جب وہ عین سامنے ستون کے ساتھ لگا کھڑا نظر آ گیا۔

وہ بغور دیکھنے لگی۔ وہ اس لمحے اس کی جانب تک رہا تھا۔ اپنی پوری توجہ کے ساتھ وہ بہت آہستگی سے اٹھ کر اس کی طرف چلی آئی تھی اور اس کے سامنے آن رکی تھی۔ وہ بہت ثانیوں تک یونہی خاموشی سے تکتا رہا تھا۔ پھر مسکراتے ہوئے سے گویا ہوا تھا۔

"کیسی ہو تم۔۔۔؟"

"اب خیال آ رہا ہے تمہیں میرا۔۔۔؟" وہ شکوہ کیے بغیر نہیں رہ سکی تھی اور تب وہ خاموشی کے ساتھ اسے دیکھتا رہا تھا۔ پتہ نہیں اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا یا وہ قصداً کچھ بولنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

"تھے کہاں تم۔۔۔؟"

"کچھ بزی تھا۔۔۔" بہت مدھم انداز میں جواز پیش ہوا تھا اور وہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی تھی۔ پھر بولی تھی۔

"اب یہیں سے واپس چلے جاؤ گے یا پھر اندر جانے کے لیے وقت ہے تمہارے پاس؟" عجب تکلفانہ انداز تخاطب تھا۔

سبکتگین رسماً مسکرایا تھا اور پھر اس کے ساتھ قدم

اندر بڑھا دیے تھے۔

♥ ♡ ♡ ♥

کچھ دن لگے تھے۔ مگر آہستہ آہستہ واقعی ہر شے اپنے معمول پر آگئی تھی اور وہ تب یہی سوچ رہی تھی کہ اس لمحے جو دل پر قیامت لگ رہے تھے۔ آج ان کی وقعت کیسے مائنس ہو گئی۔ وہ درد کی شدت' وہ ملال وہ احساس رائیگاں' جواب اس وقت شدت لیے ہوئے تھا۔ اب کیسے اس کا اثر زائل ہو گیا تھا۔ نہ وہ پہلی سی کیفیت تھی نہ ہی شدت۔

شاید زخم کوئی بھی ہو بھر ہی جاتا ہے' گھاؤ کتنا بھی گہرا ہو وقت بہت بڑا مرہم ہوتا ہے اور اتنے گزرے عرصے نے یہ ثابت کر دیا تھا۔

اس نے ماسٹرز کر کے ایز اے نیوز پروڈیوسر ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل جوائن کر لیا تھا۔ نوریا ملک بھی ایک ویلڈ نیوز پیپر میں کھپ گئی تھی اور اس عرصے میں اس کے والد صاحب نے اس سے رابطہ بھی کر لیا تھا۔ بلکہ وہ ایک بار تو ملنے بھی آئے تھے۔ نوریا نے فی الحال ان کے ساتھ جانے سے معذرت کر لی تھی۔ شاید وہ اپنی اسٹیپ مام اور بہن بھائیوں کے درمیان پھر سے جانا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی وہ پس و پیش سے کام لے رہی تھی۔ حالانکہ وہ متواتر اسے سمجھا رہی تھی۔

"دیر آید درست آید انہیں آخر اپنی کوتاہی کا احساس ہوا تو!" مگر نوریا ملک نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"اب کیا فائدہ! بہت سی باتیں فقط وقت پر اچھی لگتی ہیں۔ وقت گزرنے کے بعد ان کی نہ صرف شدت مٹ جاتی ہے بلکہ وقعت بھی ختم ہو جاتی ہے۔"

"پھر بھی وہ تمہارے فادر تو ہیں۔"

"اس سے کب انکاری ہوں میں۔" وہ تلخی سے مسکرائی تھی۔ "تم دیکھ سکتی ہو میرے تمام ڈاکومنٹس میں ان کا نام بطور فادر جگمگا رہا ہے۔" اور تب وہ زیادہ کچھ نہیں بولی تھی۔

سبکتگین ان دنوں بہت بزی ہو گیا تھا۔ اب تو مہینوں گزر جاتے اس سے ملے اسے دیکھے۔ پکا بزنس مین بن چکا تھا۔

کبھی یونہی ملاقات ہو بھی جاتی تو کتنی سرسری سی ہوتی رسمی سی کیا ہو کیوں ہو کیسے ہو کب آئے کب جا رہے ہو' وغیرہ۔" اور تب وہ مسکراتی ہوئی سوچتی کبھی وہ سب لوگ کتنے فارغ ہوا کرتے تھے۔

اس دن وہ فانی کے ساتھ بیٹھی اسی موضوع پر بات کر رہی تھی جب اس نے بتایا کہ وہ نوریا ملک کو پسند کرتا ہے۔ اب سے نہیں بہت دنوں سے شاید سالوں سے۔" اور تب وہ کتنے ہی لمحے حیرت سے تکتی رہی تھی اور پھر یکدم ہنسنے لگی تھی۔

"کتنے بدھو ہو تم فانی ایک اتنی سی بات کہنے کو تم نے اتنے سال لگا دیے۔ اور اب بھی اس سے تو ہرگز نہیں کہی ہو گی۔"

"نہیں مگر۔" اور تبھی وہ اس کی بات کاٹ کر تیزی سے بولی تھی۔

"اس اگر مگر کو چھوڑو میاں "فورا" سے پیشتر ہمت پکڑو ورنہ ٹرین چھوٹ گئی تو بیٹھے رہ جاؤ گے وہ بری ہے مگر اتنی بری بھی نہیں ہے کہ تمہیں۔" وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر ہنستی چلی گئی تھی اور تبھی وہ نفی میں سر ہلانے لگا تھا۔

"نہیں یہ بات نہیں۔ دراصل مجھے خدشہ ہے کہیں وہ مجھے بھی اس صف میں کھڑا نہ کر لے۔ جس میں اپنے فادر اور ایکس فیانسی کو کرتی ہے۔" علما نے اسے دیکھا تھا اور پھر ایک گہری سانس خارج کی تھی۔

"سنو فانی ایسا نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہو گا۔ بس بات اعتبار دلانے والے کی ہوتی ہے۔ اگر وہ بہت صداقت کے ساتھ اعتبار دلائے کہ وہ ہمیشہ وفادار رہے گا تو کوئی مضائقہ نہیں کہ کوئی ایمان نہ لائے' مگر بات یہ بھی ہے کہ اعتبار نہ توڑنے کی شرط بھی عائد ہونا ضروری ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ تم صداقت رکھتے ہو تو تم ضرور اسے حاصل کر لو گے۔ جیت لو گے۔"

"پکی بات ہے؟" وہ مسکراتے ہوئے یقین چاہ رہا تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔

"بالکل پکی۔ بھئی اتنے عرصے کا ساتھ ہے کیا اب بھی نہ سمجھوں گی اسے۔" اس نے یقین دہانی کرائی تھی۔ اور پھر واقعی فانی نے نوریا ملک کو پرپوز کر دیا تھا اور نوریا ملک نے جب اسے آگاہ کیا تھا تو اس کے لبوں پر بڑی دلفریب مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں بہت سے جگنو چمک رہے تھے۔

یقیناً" وہ فانی کی صداقت کو جھٹلا نہیں سکی تھی اور ایک بار پھر ایمان لے آئی تھی۔ اور وہ اس گھڑی اس کے چہرے کی شادابی کو دیکھتے ہوئے یہی سوچ رہی تھی کہ لڑکیوں کی قوم دنیا کی احمق ترین قوم ہے۔

"ایسے کیوں مسکرا رہی ہو۔"

"ظاہر ہے تم میری بھابی بننے جا رہی ہو۔ کیا اب بھی تنقیدی جائزہ نہ لوں؟" اور نوریا ملک نے مسکراتے ہوئے اسے کشن کھینچ مارا تھا۔

"ظاہر ہے فانی تو محبت کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور تم تو جانتی ہو لواز بلائنڈ بھگتنا تو ہمیں ہی پڑے گا نا۔" وہ ہنس رہی تھی۔

"تمہیں رہنے دوں گی یہاں تو پھر ہے نا۔ فورا" ہی منصب سنبھالتے ہی چلتا کر دوں گی۔" نوریا ملک کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔

"ہاں تم ابھی سے روایتی بھابی بن رہی ہو۔" علما نے حیران ہوتے ہوئے اسے خفگی سے دیکھا تھا۔

"تم بھی تو روایتی نند بن رہی ہو۔" وہ بے ساختہ ہی ہنسنے لگی تھی۔

اور تب علما بخاری نے صدق دل سے اس کی خوشیوں کی سلامتی کے لیے دعا مانگی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

سنیچر کا بریک ڈے تھا۔ سو وہ آج آفس سے جلدی اٹھ کے آگئی تھی۔ ساتھ ہی اس نے نوریا ملک کو بھی فون کر کے ہدایت کر دی تھی جلدی گھر پہنچنے کی۔ اس گھڑی وہ بہت دلجمعی سے سنیچر کے لیے اپنے ہاتھوں سے بلیک فورسٹ بیک کر رہی تھی جب نوریا ملک اس کے سامنے آن رکی۔

"عجیب لڑکی ہو اتنی دیر سے میں۔"

"سنو علما تم سے کوئی ملنے آیا ہے!" نوریا ملک نے مدھم لہجے میں اسے اطلاع دی تھی۔

"کون ہے' کیا سبکتگین' کتنا بدتمیز ہے یہ سبکتگین بھی کتنے دنوں سے نہ کوئی فون یا ای میل اتنی بھی بھلا کیا مصروفیت یہ تو جہاں جاتا ہے۔ جا کر بیٹھ ہی جاتا ہے۔ اب وہاں کہ لکڑی میں کتنے بہت سے دن لگا دیے۔ پچھلے ہفتے فون پر بات ہوئی تو پوچھ رہا تھا کیا لاؤں میں نے کہا تم خود آ جاؤ بڑی بات ہے آج کل تم ہی ناپید ہو' مجھے تو تمہاری شکل بھی بھولنے لگی ہے اب کے آؤ تو اپنی ایک تصویر انلارج کر کے سامنے کے چوراہے پر لگا جانا اسی بہانے تمہاری صورت بھی یاد رہے گی۔" وہ بتاتے ہوئے ہنسنے لگی تھی۔ "پرسوں رات جو میل کی ہے اس میں اسی بات کی یقین دہانی کرائی ہے۔" مگر نوریا مسکرائی نہیں تھی۔ یونہی اسے ساکت نظروں سے تکتی رہی تھی۔

"علما سبکتگین ہوتا تو اسے ڈرائنگ روم میں بٹھانے کی ضرورت پیش نہیں آتی وہاں کوئی اور ہے۔" نوریا نے مکمل سنجیدگی سے آگاہ کیا تھا۔

"کوئی اور مگر کون۔؟" وہ چونکی تھی اور تبھی اس کے ہاتھ ساکت رہ گئے تھے اور وہ خاموشی کے ساتھ نوریا ملک کی سمت تکتی گئی تھی۔

"عامر رضا۔؟" اسے اپنی آواز باز گشت ہوتی لگی تھی اور تب نوریا نے بہت ہولے سے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر تک ویسے ہی کھڑی رہی تھی۔ نوریا شاید اس کی کیفیت سمجھ گئی تھی۔ تبھی بہت ہولے سے بولی تھی۔

"تم نہیں ملنا چاہتیں تو میں منع کر دیتی ہوں۔"

"نن نہیں۔" اس نے فورا" ہی سر نفی میں ہلایا تھا اور بشیر احمد کو کیک کی ذمے داری سونپ کر بہت پر اعتماد قدموں سے چلتی ہوئی باہر آ گئی تھی۔ سامنے ہی ماما کھڑی تھیں۔ انہوں نے نظروں ہی نظروں میں اس کا حوصلہ بڑھایا تھا اس نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے قدم آگے بڑھا دیے تھے۔

پاپا اور دادا ابا اس کے پاس شاید کمپنی دینے کو بیٹھے تھے۔ مگر جس گھڑی اس نے قدم اندر دھرے دونوں ہی فورا" اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پاپا اہم میٹنگ کا

اور دادا ابا نماز کا کہہ کر اور اس نے موقع کو غنیمت جانا تھا۔ ورنہ وہ یہی سوچ رہی تھی وہ ان کے سامنے کیا کہے گی کیا کرے گی دادا ابا کو اس پر بہت اعتماد تھا۔ مگر جاتے ہوئے وہ بہت محبت کے ساتھ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے لمحہ بھر کو رکے تھے گویا وہ خاطر جمع رکھے۔

اور علما بخاری نے اس گھڑی بہت زور سے آنکھیں میچ کر اپنی ساری ہمتوں کو مجتمع کیا تھا۔ پھر آنکھیں کھول کر اس سامنے کھڑے شخص کو دیکھا تھا۔ بہت پر اعتماد انداز میں اس کے سامنے بیٹھ کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

"کیسی ہو تم...؟" عامر رضا نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا "اچھا" وہ مسکرادی تھی۔

"پرفیکٹ۔ اور تم؟"

"میں بھی۔" وہ مسکرا کر جواب دیتے ہوئے پھر گہری خاموشی میں ڈوب گیا تھا۔ تبھی اس نے پر اعتماد انداز میں اسے دیکھا تھا۔

"آج کیسے راستہ بھول گئے۔ کوئی کام تھا کیا...؟" اس کا انداز بہت دو ٹوک تھا۔ کہیں کوئی کمی لپٹی نہ تھی۔

"میں ری سینٹلی واپس آیا ہوں آسٹریلیا سے۔" کیسی خجالت بھری مسکراہٹ تھی۔

"اوہ...!" اس نے مسکراتے ہوئے ہونٹ سکوڑے تھے "اکیلے ہی لوٹنے ہو یا... ویسے بہت سا بینک بیلنس تو تم نے بنا ہی لیا ہوگا بوریاں بھرنے کی خواہش تو بہت پرانی اور شدید تھی تمہاری۔" وہ یکدم ہی ہنسنے لگی تھی۔

عامر رضا ہونٹ بھینچ کر رہ گیا تھا۔ یقیناً "اسے یہ سچائی ہضم نہیں ہوئی تھی۔ وہ بہت دیر تک سر جھکائے لفظوں کو سمیٹنے میں لگا رہا تھا اور وہ جیسے اسے موقع دینا چاہتی تھی تب ہی اسے چپ چاپ دیکھتی رہی تھی۔ عامر رضا شاید کامیاب ہو گیا تھا اپنی کوششوں میں تبھی سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"علما آئی ایم سوری میں نے تمہارے ساتھ اچھا نہیں کیا مجھے یہ احساس جرم بہت تڑپاتا رہا بہت' بے حد اور پھر میں نے سب کچھ تج دیا سب کچھ چھوڑ دیا۔ چھوڑ دیا وہ سب کچھ جو اس بات کا کارن بنا۔ علما تم مجھے معاف کر دو میں نے بہت دیر میں جانا کہ وہ راہ میری نہ تھی۔ میرے لیے نہ تھی' میری منزل تو کہیں اور تھی اور میں نادانستگی میں ادھر ادھر بھٹکتا رہا اور۔"

وہ بغور اسے سنتی رہی بہت ہمت اور حوصلے کے ساتھ۔

یہ تک کہ وہ دوبارہ اپنے اصل راستوں کی جانب لوٹنا چاہتا ہے۔ وہ دوبارہ علما کی زندگی کا حصہ ہونا چاہتا ہے۔ اس نے بہت پر سکون انداز میں اس کا تمام مدعا یوں سنا تھا جیسے وہ اس بات پر معمور ہو یا پھر یوں کہ جیسے اس سے بہتر حل جیسے کسی اور کے پاس نہ ہو۔

"علما بخاری میں جانتا ہوں معاف کرنا آسان نہیں ہوتا۔ مگر عورت کے دل میں خدا نے بہت وسعت رکھی ہے۔ وہ ظرف میں مرد سے کہیں زیادہ بلند و بالا تر ہے۔ یہ میرے علم میں ہے اور مجھے یقین ہے تم میری خطاؤں کو معاف کر دو گی اور مجھے اس سزا سے آزاد کر دو گی جو اب تک میں نے تمہارے حوالے سے خود پر روا رکھی۔ علما میں کبھی بھول ہی نہیں پایا تمہیں کہ تم بھولنے کے قابل تھیں ہی نہیں' تبھی تو... تبھی تو لوٹ آیا ہوں۔

کیونکہ میں جانتا ہوں تم سراپا محبت ہو اور محبت اتنی ظالم قطعی نہیں ہوتی۔ محبت معاف کر دیتی ہے۔ ہر خطا ہر گناہ محبت ظرف ہے اور تم محبت ہو۔

تمہاری شدتوں نے مجھے اپنی جانب کھینچ لیا اور میں نے اعتراف کرنے میں دیر نہیں کی علما بخاری میں بہت شرمندہ ہوں۔ مگر تمہیں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ غلطی تو انسان سے ہی ہوتی ہے اور میں ایک بشر ہی ہوں تم پلیز...."

اور اس گھڑی علما بخاری نے جیسے اکتا کر ایک گہری سانس خارج کی تھی۔ جیسے وہ اس کا مسلسل الاپ سنتے سنتے تھک چکی تھی۔ عامر رضا اسے منتظر نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔

اس لمحے اس نازک سی لڑکی کے چہرے پر حد درجہ اطمینان تھا اور وہ بے حد پر سکون انداز میں بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں کچھ اور کہنا ہے؟" بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں اس نے دریافت کیا تھا۔ اور عامر رضا جیسے ساکت رہ گیا تھا۔ تبھی وہ سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"عامر رضا مجھے نہیں معلوم تمہیں یہاں کیا شے کھینچ کر لائی۔ میں یا میرا اسٹیٹس اپنی پہلی بیوی سے فارغ کر دیے جانے کے بعد شاید تمہارے پاس دوسری کوئی راہ یا اوپشن باقی نہیں بچا ہوگا تبھی تمہیں احساس جرم ستانے لگا۔ الس ٹولیٹ۔ بہت دیر ہو چکی ہے عامر رضا میں اس مقولے پر قطعی عمل نہیں کرتی کہ صبح کا بھولا شام کو لوٹ آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔" وہ تلخی سے مسکرائی تھی۔

"عامر رضا تم میری ناپختہ عمر کی اولین غلطی ہو جسے کم از کم اب میں دہرانا نہیں چاہتی بہت یقین کیا تھا میں نے تمہارا' محبت تو شاید بہت بعد کی چیز تھی۔ مگر جب تم نے وہ یقین و اعتبار توڑا تو اس روز وہ محبت بھی ٹوٹ کر چکنا چور ہو گئی اور اب یہاں نہ کہیں یقین ہے نہ محبت!" وہ بہت دھیمے سے مسکرائی تھی۔

"ایک بات تم نے بہت درست کہی۔ عورت کے دل میں بہت وسعت ہوتی ہے۔ وہ ظرف میں مرد سے کہیں بلند و بالا تر ہوتی ہے۔ آئی ایم ایگری ود یو عامر رضا یہ واحد اپروچ ہے جسے مرد ہمیشہ اپنے شکستہ وجود کو "ڈی فنڈ" کرنے کے لیے تلاشتا ہے۔ لاتنگ اے چکن ہارٹ پرسن۔

درحقیقت اگر ہم نارمل دے میں بحث کر رہے ہوتے تو تم عورت کی کسی بھی خوبی کو سرے سے ماننے سے ہی انکاری ہو جاتے۔ مگر اب تمہیں خود اپنے بچاؤ کی ضرورت پڑی ہے تو ساری خوبیاں نظر کے زاویے میں تن ٹھہری ہیں۔" وہ بہت پر اعتماد انداز میں اسے دیکھتے ہوئے مسکرائی تھی۔

"مجھے بتاؤ عامر رضا اگر ایسی ہی خطا عورت کرے اور واپس لوٹے تو کیا تم لوگ اسے معاف کرتے ہو چلو اوروں کی بات چھوڑو تم اپنی بات کرو اگر تم میری

ماضی، حال، مستقبل، محبت، شادی
اور قسمت

آپ کا برج کیا کہتا ہے؟

آپ کے ستارے

- آپ اپنی شخصیت کا جائزہ لیں اور اپنے دوستوں کو پہچانیں۔ اپنے منفی پہلو پر غور کریں اور خوبیوں کو ابھاریں یہ کتاب آپ کی بہترین دوست اور تنہائی کی ساتھی ثابت ہوگی۔
- پہلی بار 12 برجوں پر ایک مستند کتاب آج ہی قریبی بک اسٹال و ہاکر سے طلب فرمائیں۔
- 400 صفحات آفسٹ پرنٹنگ 'مجلد خوبصورت سرورق

قیمت صرف 150
(ڈاک خرچ پیکنگ فری)

- آج ہی 150 روپے کا ڈرافٹ یا منی آرڈر ارسال فرمائیں۔

ڈاک سے منگوانے اور دستی خریداری کے لیے تشریف لائیں۔

مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37۔ اردو بازار کراچی
فون:- 216361

جگہ ہوتے اور میں تمہاری جگہ ہوتی اور تم سے بے وفائی کرکے میں اپنی راہ بدل لیتی اور تمہیں مطلع تک کرنے کی زحمت نہ کرتی کہ تم میری طرف سے آزاد ہو یا اگر میں اپنی راہیں بدل چکی ہوں تو تم بھی اس اقدام کے لیے آزاد ہو۔ تم بھی اپنی راہیں بدل سکتے ہو۔ میں اپنی سہولت کے لیے 'اپنی ضرورت کے لیے' وہ نئی راہ بھی اختیار کرتی اور تمہیں بھی سنگ باندھے رکھتی تم بے خبر میری راہ تکتے رہتے مجھے روز سوچتے رہتے' پاگلوں کی طرح خط لکھ لکھ کر ڈالتے رہتے اور میں اپنی نئی کلر فل لائف میں گم کسی بات کو بھولے سے سوچتی بھی نہیں کبھی تمہیں یاد کرنے کی زحمت بھی نہ کرتی۔ پر جب میں اپنے تمام کول لچھو کرلیتی اور اس تمام تر چکاچوند سے میرا دل بھر جاتا اور دوسرا فریق مجھے بیچ منجدھار چھوڑ جاتا۔ پھر میں اور میرے پاس کوئی دوسری راہ نہ بچتی تو لگتا کہ اسی طرف دوبارہ لوٹ آتی۔ انہی راہوں پر جہاں میں نے کہیں تمہیں ایک دن خود چھوڑ دیا تھا۔ مجھے بتاؤ عامر رضا کیا تم اس کنڈیشن میں مجھے معاف کردیتے قبول کرلیتے سر آنکھوں پر بٹھا لیتے میرے قدموں کی خاک کو اپنی پیشانی پر سجاتے؟

نہیں بالکل نہیں کیونکہ تمہاری انا انتہائی ہرٹ ہوتی۔ تم اس پہلی شکست کو کبھی بھول ہی نہیں پاتے اور سب سے بڑھ کر میری اس دوسرے فریق کے ساتھ انوالمنٹ کی خطا تو تم سرے سے قبول ہی نہیں کرپاتے۔"

وہ ہکا بکا سا اسے دیکھے جارہا تھا۔ علما نے بہت اطمینان سے اسے مسکرا کر دیکھا تھا۔ پھر گویا ہوئی تھی۔

"تم میرا ظرف آزمانے سے پہلے اپنا ظرف آزماؤ۔ میری دانست میں تم اپنے حصے کی خوشیاں سمیٹ چکے ہو۔ اپنی بھرپور زندگی گزار چکے ہو۔ پھر تمہیں نئے نئے جہانوں کو فتح کرنے کا جنون کیوں سوار ہے۔ تم کیوں ہر جانب سے فاتح رہنا چاہتے ہو؟

عامر رضا میرے پاس تمہارے لیے کہیں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب تم جاسکتے ہو۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

عامر رضا بلا تامل اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

علما بخاری نے رخ پھیرے کھڑے اس کے قدموں کی آواز سنی تھی۔ وہ جاچکا تھا۔ اس نے یقین کرنے کو رخ پھیرا تھا۔ تبھی وہ چونک گئی تھی۔

عین سامنے ستون کے ساتھ سبکتگین غزنوی لگا کھڑا اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

خود کو مطمئن کرنے کو اس نے ایک گہری سانس خارج کی تھی۔ پھر مسکرادی تھی۔ ساتھ ہی قدم اس کی سمت بڑھادیے تھے۔

"سبکتگین تم کب آئے؟ واٹ اے کول سرپرائز!" مگر وہ اس دھیمے انداز میں تکتا ہوا مسکرادیا تھا۔

"چلو نا اندر چلو۔ تمہیں پتہ ہے آج سنڈے کی بریک ڈے ہے اور میں نے اپنے ہاتھوں سے تمہارا من پسند بلیک فورسٹ کیک کیا ہے۔" مسکراتے ہوئے اس نے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

"اور تم جانتے ہو قانی کے لیے نور الملک کو مانگ لیا گیا ہے اور اب بہت سی شہنائیاں گونجیں گی اس گھر میں۔ سچ اس قدر اسٹونڈ ہے یہ قانی بھی نور ا سے کہہ ہی نہیں پارہا تھا۔ مجھے آگاہ کیا تو میں نے مشورہ دیا کہ بھئی صاف صاف کہہ دو اس میں ڈرنے والی کیا بات ہے' جب پیار کیا تو ڈرنا کیا۔ پیار ہی کیا ہے کوئی چوری تو نہیں کی۔" وہ کہہ کر ہنسنے لگی تھی اور سبکتگین اس کے چہرے کو دیکھتا چلا گیا تھا۔

"اے سبکتگین ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟" وہ اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہراتی ہوئی حیرت سے پوچھ رہی تھی۔ وہ یکدم ہی مسکرادیا تھا۔

"علما بخاری ڈر کہنے کا نہیں ہوتا۔ ڈر کسی کو کھونے کا ہوتا ہے۔ اس خدشے کا ہوتا ہے جو دل میں محبت کے ساتھ پنپ رہا ہوتا ہے۔

فقط کہنے کی بات ہو تو راہ چلتے کسی سے بھی با آسانی یہ تین لفظ کہے جاسکتے ہیں۔ بنا ڈرے' بنا ہچکچائے کیونکہ اس میں کم از کم یہ ڈر نہیں ہوتا کہ کوئی ہمیں نہیں اپنائے گا۔ یا جواباً "رد کردے گا۔

یہ بات فقط وہیں کہتے ہوئے دل ڈرتا ہے۔ جہاں دل کے تار جڑے ہوں۔ جہاں اپنے رد کیے جان کا ڈر ہو۔ اپنی محبت کے قبول نہ کیے جانے کا خوف ہو۔

رائٹ ورڈز فقط رائٹ پرسن سے ہی کہنے سے لب ڈرتے ہیں اور وائز الس ناٹ اے ہارڈسٹ تھنگ ٹو سے!"

سبکتگین غزنوی کے لفظوں میں صداقت تھی اور علما بخاری اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔ اس کی نگاہوں میں کچھ تھا۔ تبھی وہ فوراً ہی اس لمبے چوڑے شخص پر سے نگاہیں ہٹاگئی تھی۔

"چھوڑو یہ ادھر ادھر کی فالتو باتیں' چلو اندر چلو!" اس نے پلٹ کر اس کا ہاتھ کھینچا تھا مگر وہ وہیں جما کھڑا رہا تھا۔ تب وہ پلٹ کر حیرت سے تکنے لگی تھی۔ سبکتگین غزنوی اسے دیکھتا رہا تھا۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ذرا قریب کرلیا تھا اور بغور دیکھنے لگا تھا۔

"سبکتگین تم...!" اس نے بولنے کو لب وا کیے تھے۔ مگر اس نے اپنے لبوں پر شہادت کی انگلی رکھ کر اسے مکمل خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

"شش...! آج کچھ نہیں آج ہم کوئی انسانی بات نہیں کریں گے!" وہ بغور اس کے کھنچے چہرے کو تکتے ہوئے مسکرایا تھا۔ علما اس کی جانب دیکھتی چلی گئی تھی۔

"ابھی کچھ دیر قبل تم عدالت لگائے عامر رضا کا مقدمہ سن رہی تھیں۔ کچھ ایسا ہی مسئلہ یہاں بھی درپیش ہے۔ میرے پاس بھی وہی پروپوزل ہے جو اس نے دیا تھا۔ تم نے اسے تو رد کردیا مگر مجھے رد نہیں کرسکو گی۔" اس کی آنکھوں میں بہت سے جگنو تھے اور لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ۔ وہ یکدم ہی ہنس دی تھی۔

"کیوں اتنا یقین کیوں ہے تمہیں؟"

"کیونکہ مجھے ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججز کے پینل پر یقین ہے!" سبکتگین کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہوگئی تھی۔ اس نے یکدم ہی لب بھینچ لیے تھے۔

سبکتگین نے اس کے نازک سے ہاتھ کو اپنی آہنی گرفت میں لیا تھا اور بھوری آنکھوں سے اس کے چہرے کو دور تکنے لگا تھا۔

"کہو میرے حق میں کیا فیصلہ ہوگا؟"

"مجھے نہیں پتہ!" وہ چہرے کا رخ یکدم ہی پھیر گئی تھی۔

"علما میرے لیے یہ اہم نہیں ہے کہ تم مجھے چاہو۔ مجھے چاہے جانے کی کوئی ستائش کوئی تمنا نہیں ہے۔ میرے لیے یہ اہم ہے کہ میں تمہیں چاہتا ہوں۔ بے حد بے حساب اور میں جانتا ہوں۔ محبت جیت لینے کا فن رکھتی ہے۔ محبت اک یقین ہے اعتبار ہے۔ اور مجھے اتنا یقین ہے کہ میں تمہارا یقین جیت سکتا ہوں۔

ساتھ چلیں گے تو محبت بھی ہو ہی جائے گی۔ مجھے بس اتنا بتادو کیا تم میرا یقین کرسکتی ہو؟ وہی یقین جو محبت کی بنیاد ہے۔ مجھے ویسا ہی اعتبار سونپ سکتی ہو۔ جو محبت کے لیے پہلی اینٹ کا کام کرسکے؟"

کتنا مدھم تھا اس شخص کا لہجہ۔ اور کس قدر یقین تھا اس کے لہجے میں اور اس کی آنکھیں۔

ان بھوری آنکھوں میں اس گھڑی اعتبار و یقین کی کتنی ہی قندیلیں روشن تھیں۔ کتنے محبت کے جگنو چمک رہے تھے۔

وہ اپنا مدعا بیان کرکے اس لمحے جواب کے لیے اس کی جانب بغور دیکھ رہا تھا۔

اور علما بخاری اب ایسی بھی نا سمجھ نہ تھی کہ کھرے اور کھوٹے کی پہچان نہ کرسکتی وہ بہت ہولے سے مسکرائی تھی۔ اور پھر بہت آہستہ سے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

اس لمحے فقط ایک سر ہلا دینے سے اس کے اندر یہاں سے وہاں تک ایک اطمینان پھیل گیا تھا اور یہی اطمینان اسے باور کرا رہا تھا کہ اس نے سبکتگین غزنوی کے حق میں فیصلہ دے کر کچھ غلط نہیں کیا۔

❁ ❁ ·